قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربّہٖ فصلّٰی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذِکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور ۵۴۷۷۰

# تصوّف کیا ہے ؟

لغت کے اعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے ، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے الٰہی ہے ۔ قرآن و حدیث کے مطالعے ، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے ۔

( دلائل السلوک )

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

# ماہنامہ المرشد لاہور

جلد : ۱۶ شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق فروری 1995ء شمارہ ۷

## فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| اداریہ | ۳ |
| میرے شیخ | ۴ |
| ایک نظر میں | ۹ |
| انمول موتی | ۱۳ |
| خوشبو خوشبو | ۲۵ |
| یادیں اُنکی | ۳۳ |
| وظائف نسخہ جات | ۴۱ |
| چند واقعات | ۴۵ |


## بدل اشتراک


تاحیات: ۲۰۰۰ روپے

فی پرچہ بارہ روپے

سالانہ : ۱۵۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ — تاحیات

سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش

۳۰۰ روپے — ۳۰۰۰ روپے

مشرق وسطی کے ممالک :—

۲۵ سعودی ریال — ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ :—

۲۰ سٹرلنگ پونڈ — ۱۰۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا :—

۳۵ امریکن ڈالر — ۲۰۰ امریکن ڈالر


پتہ : ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی - کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور فون : 5113086

ناشر : پروفیسر حافظ عبدالرزاق پرنٹر : انتخاب جدید پریس لاہور

ماہنامہ **المرشد** کے

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مُجدِّدِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیرِ اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظمِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مُدیر : تاج رحیم

# اداریہ

تمام کمالات اور خوبیاں اللہ کی ہیں۔ اللہ نے اپنی مخلوق کو ان خوبیوں اور کمالات سے مزین کر کے تخلیق نہیں فرمایا البتہ ان کو حاصل کرنے کی استعداد سے ضرور نوازا ہے۔ گندگی موجود حالت کا نام ہے اور صفائی محنت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ برائی ایک موجود خصوصیت ہے۔ جسے حاصل کرنے یا محنت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اچھائی اور نیکی کی خوبی کو حاصل کرنا پڑتا ہے۔ محنت کی ضرورت ہے۔ سرمایہ اور وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ تعلیم و تربیت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مہذب' شائستہ اور نیک اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ اگر محنت اور توجہ نہ ہو تو لہلہاتے کھیت اجڑ کر ویران ہو جاتے ہیں۔

جہالت اور حیوانیت ایسی ہی بری خصوصیات ہیں جن کو حاصل نہیں کرنا پڑتا بلکہ ویرانی اور گندگی کی طرح آدمی میں موجود پائی جاتی ہیں۔ اچھائی' نیکی' روحانی پاکیزگی اور بلندی فکر وہ خوبیاں ہیں جو سال ہا سال محنت اور جدوجہد کے بعد حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مہذب قوموں کی اولیں ترجیح قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ قومی آمدن کا بیشتر حصہ صرف کر کے اچھے تعلیمی ادارے قائم کئے جاتے ہیں۔ بہتر تعلیمی نظام بنایا جاتا ہے اساتذہ کی تربیت کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ قوم اور اس کے افراد جہالت اور حیوانیت کے اندھیروں سے نکل کر اور مہذب بن کر اچھائی' نیکی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں اور یہ وہ راستہ ہے جو روشن مستقبل کی طرف جاتا ہے جہاں قوموں کو اقتصادی' معاشرتی اور روحانی خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ جہاں امن' سکون اور اطمینان پایا جاتا ہے۔ لیکن جس قوم کے راہنما اور حکمران خود ہی حیوانی خصوصیات کے تابع ہو جائیں اس قوم میں انسانیت کی طرف چلنے کا عمل رک جاتا ہے۔ یہ عمل رک جانے کے نتیجے میں وہ قوم جہالت اور برائیوں کے اندھیروں میں ڈوبی رہ جاتی ہے۔ معاشی بدحالی' سیاسی غلامی' ڈر خوف اور ہر طرف سے خطرات اس قوم کا مقدر بن جاتی ہیں۔ چوری' ڈاکے' خون خرابہ' قتل و غارت روزمرہ کے مشاغل بن جاتے ہیں۔

کیا ہمارے عقل و قلب کی قوت اس قدر شل ہو گئی ہے کہ ہم اپنے آپ اور اپنی قوم کو اسی سطح پر رکھنے پر مطمئن ہیں؟

تاج رحیم

# میرے شیخ

حضرت مولانا محمد اکرم

ہوش سنبھالا تو عالمی جنگ زوروں پر تھی اور نہ صرف ہمارا خاندان بلکہ ہمارا علاقہ ہی فوجی ہے لہٰذا روزانہ لوگوں کے مرنے کی اطلاعات موصول ہوئیں اپنے خاندان کے لوگ بھی کام آئے جنگ ختم ہوئی پھر ملک تقسیم ہوا پاکستان بنا وہ قتل و غارت بھی دیکھا اور سنا اس کے بعد بھی امن شاید روئے زمین سے اٹھ چکا تھا کہ ہر گھر جھگڑے اور لڑائی کا منظر پیش کرتا تھا سکول پھر کالج گئے مگر تعلیم ادھوری چھوڑ کر خاندانی جھگڑوں میں الجھنا پڑا پھر جس قدر نگاہ وسیع ہوتی گئی تو ہر طرف فساد ہی نظر آیا گھروں میں محلوں اور شہروں میں قوموں اور ملکوں کے مابین شاید جنگ اور گلا کاٹنے کے علاوہ کوئی ناطہ ہی نہیں۔

اس ماحول اور طرز حیات نے تلاش امن کا داعیہ دیا اور یوں دنیا کے بھرپور تجربے کے بعد عملی طور پر شریک رہنے کے بعد مذہب کی طرف پلٹا۔ پیر صاحبان اور علما سے روابط بڑھے معروف خانقاہوں پر حاضری دی مگر قصور شاید میرا تھا کہیں ٹک نہ سکا جہاں دیکھا تو میرا تجربہ یہ تھا کہ دولت کا حصول مقصد بن چکا ہے کہیں حضرات سونا بنانے کے چکر میں اور کہیں جنات کی تسخیر میں مصروف پائے۔ کوئی تعویذ گنڈوں سے پیسے بٹور رہا تھا تو دوسرا استخرات کے چلے کاٹ رہا تھا طبیعت اچاٹ ہو جاتی تھی کہ یہ کام بندوق کی نالی پر آسانی سے ہو سکتا ہے پھر چلہ کشی کی ضرورت؛

نیز اس سب سارے ڈرامے سے تھک کر تو ہم ادھر پلٹے اگر یہاں بھی یہی ہے تو کہاں جائیں؟ اللہ کریم کا شکر ہے کہ اس سب کچھ کو لوگوں کا ذاتی کردار ہی جانا اور مذہب کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا نہ ہوا ورنہ حالت یہ تھی کہ آدمی مذہب سے بیزار ہو جاتے۔

بہر حال جستجو جاری رہی جہاں کہیں کسی عالم یا پیر کا پتہ چلتا تو کوشش ہوتی کہ حاضری دی جائے یہ ۵۸ء، ۵۹ء کی بات ہے کہ قریبی ایک گاؤں میں شیعہ کا جلسہ تھا اور وہاں مولوی اسماعیل صاحب جو شیعہ کے نامور مناظر تھے مدعو تھے اہل سنت نے بھی جلسہ کیا اور حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کو تشریف آوری کے لیے عرض کیا۔ میں بھی وہاں چلا گیا۔ کچھ دوسرے دوست بھی ساتھ تھے وہاں پہنچے تو خیال آیا پہلے مولوی صاحب سے ملاقات کی جائے۔ پتہ کیا کس مکان میں ہیں تو انہوں نے لوہاروں کا ایک گھر دکھایا کہ اندر تشریف رکھتے ہیں ان سے پوچھا تو پتہ چلا کہ مکان کے اوپر ایک کوٹھڑی ہے۔ وہاں آرام فرما رہے ہیں کچا مکان تھا اور کچے گارے سے بنی ہوئی سیڑھیاں جب چھت پر پہنچا

تو اوپر ایک چھوٹی سی کچی کوٹھڑی نظر آئی جو اندر سے شاید چھ فٹ اونچی ہو۔ تنگ سے دروازے کا ایک کواڑ کھلا تھا اندر نگاہ ڈالی تو کوٹھڑی ٹوٹی ہوئی بعض نئی بننے والی ہلوں یعنی کاشتکاری کے مختلف آلات سے بھری پڑی تھی جنہیں ادھر ادھر کر کے ایک کھردری نیار یا رئی بمشکل ڈالی گئی تھی اس پر پرانی سی دری اور نیم میلا سا سرہانا تھا جس پر عام لباس میں حضرت آرام فرما تھے۔ ململ کا ایک دوپٹہ سا چہرے پر ڈال رکھا تھا یہ تھی میری پہلی ملاقات۔ میں کھڑا سوچتا رہ گیا کہ عجیب شخص ہے ایک بہت بڑا عالم اور مانا ہوا مناظر ایک معروف شخصیت نہ جبہ نہ دستار۔ نہ نزاکت نہ بڑائی، نہایت بے تکلفی سے ایک بورے پر آرام کر رہا ہے۔ خیر میں انہیں جگانے کی جرأت تو نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا لیٹ گیا۔

پھر ظہر کی نماز کے بعد مسجد میں زیارت ہوئی پتہ چلا کہ مولانا صاحب نے کسی دوست کی ذمہ داری میں یہ کام دیا ہے کہ وہ شیعہ کا جلسہ وہاں بیٹھ کر سنے اور باتیں نوٹ کر کے لائے پھر دیکھیں گے اگر تو انہوں نے محض اپنے مذہب کی بات کی تو الجھنے کا فائدہ نہیں اور اگر شیعہ عالم نے مسلک حقہ اہل سنت والجماعت پر اعتراضات کیے تو ان کے مدلل جواب دیے جائیں گے۔ چنانچہ ظہر کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ پوری تقریر صرف اصلاح احوال کے لیے تھی۔ نماز اور وضو کے مسائل کا بیان تھا مسلمانوں کی حالتِ زار کا قصہ اور ساتھ ایک عجیب بات جو دورانِ تقریر سنی وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا مجھ پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ میں تزکیہ باطن کی تربیت کر سکتا ہوں حتیٰ کہ روحانی تربیت کر کے طالب کی روح کو بارگاہِ نبوی میں پیش کر کے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر بیعت کرا سکتا ہوں۔ اگر کسی میں طلب ہے تو آئے اور اپنا دامن اس دولت سے بھر لے۔ مگر یاد رکھو میں آنے والے کو اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دوں گا۔

شب و روز ذکر الٰہی کرنا ہو گا خوراک سادہ اور ... دوں گا اور وہ خود دیکھ لے گا۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے عجیب تر بات یہ ہے کہ بہت بڑے مجمع میں کسی نے بھی اتنی بڑی بات اور اس بہت بڑے دعوے ... نوٹس نہیں لیا۔ اختتام جلسہ کے بعد کچھ دیر میں ان کی محفل میں رہا لوگ مختلف باتیں کر رہے تھے مگر اس موضوع پھر کسی نے کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ ہم واپس روانہ ہوئے جلسہ تو تین روز ہونا تھا کہ شیعہ کا پروگرام بھی اسی طرح تھا اور مقابلے میں اہل سنت کا بھی لہٰذا کل پھر آنے کا عزم لے کر چل پڑے راستے میں دوستوں کا تبصرہ یہ تھا کہ بھئی اس عالم کا کیا فائدہ اس نے تو شیعہ کے مقابلے میں کوئی بات ہی نہیں کی اور نماز روزہ کی تلقین کرتا رہا اور مسائل متعلقہ بیان کرتا رہا یہ کون سی بڑی بات ہے کافی دیر سننے کے بعد میں نے صرف اتنا کہا کہ تمہارا اندازہ درست نہیں یہ بہت عظیم انسان ہے جس نے وہ بات کہی ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے اور بلا وجہ کسی الجھن میں ڈالنا مناسب نہیں سمجھا لیکن وہ میرے ساتھ اتفاق کرنے کو تیار نہ تھے۔ رہی بات روحانیت کی تو گویا انہوں نے کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔ میں بھی چپ رہا اگرچہ وہ بات میرے دل میں کھب گئی تھی

دوسرے روز پھر جانا ہوا تو پتہ چلا کہ شیعہ مقرر نے تو براہ راست صحابہ کبار پر اور اہل سنت پر بھی سخت اعتراضات کیے ہیں آج کا اہل سنت کا جلسہ ایک دوسری مسجد میں تھا جو امام باڑے کے قریب تھی آج حضرت کے چہرے کا رنگ کچھ اور تھا جذبات کی گرمی عیاں تھی شیعہ مقرر نے بہت زیادہ گستاخی کر کے اس مردِ حر کو جواب دینے پر مجبور کر دیا تھا جلسہ شروع ہوا تو حضرت نے ابتدائیہ کلمات میں فرمایا کہ شیعہ حضرات کے مقرر نے اعتراضات کر کے اپنی دانست میں بڑا تیر مارا ہے مگر خوب سن لو میں بفضل اللہ ان کے جواب بات بھی مدلل طور پر دوں گا اور پھر مجھے حق ہے کہ شیعہ پر سوال بھی کروں اور شیعہ عالم کو چاہیے کہ اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے مجھے جواب دے مگر یہ شیعہ عالم بھاگ جائے گا اور میرے سوالات کے جواب نہ دے سکے گا۔ شیعہ حضرات کو چاہیے اسے جانے نہ دیں۔

یہ دوسری عجیب بات تھی جو سننے میں آئی مگر اس کی تصدیق اختتام جلسہ پر ہو گئی واقعی شیعہ عالم ظہر سے پہلے وہاں سے جا چکا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے اعتراضات کے بہت مدلل جواب ارشاد فرما دیئے تھے۔ مگر جو سوالات حضرت نے کیے وہ بدستور تھے کہ شیعہ عالم جواب دیئے بغیر چلا گیا یہ عالم اپنی شہرت اور علمی قابلیت کے اعتبار سے بہت مشہور تھا مگر حضرت کے سامنے جواب دینا اتنا آسان نہ تھا

اس کا تجربہ اسے بارہا ہو چکا تھا کہ بارہا میدانِ مناظرہ میں اس کا سامنا حضرت سے ہوا اور اسے لاجواب ہونا پڑا۔

وہاں جلسہ اختتام پذیر ہوا تو حضرت منارہ تشریف لائے پھر علاقہ کے مختلف دیہات میں تقاریر کا پروگرام ہفتہ بھر رہا۔ جہاں آمدورفت پاپیادہ ہی تھی تب بندہ ہمرکاب رہا۔ ایک گاؤں میں دورانِ قیام موقع پا کر عرض کیا کہ آپ نے جو دعوت تصوف سلوک کے لیے دی ہے میں تو اس کا طالب ہوں تو فرمایا یہ مشکل کام ہے زندگی بھر کی خواہشات نچھاور کرنا پڑتی ہیں آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ اس طرح سے ہے بیشک بادشاہ جب کسی شہر کو فتح کرتے ہیں تو تباہ کر دیتے ہیں اور رؤساء ذلیل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا یہ عشقِ الٰہی ہے اور بہت بڑا بادشاہ ہے جب دل کو فتح کرتا ہے تو بہت تباہی مچتی ہے اور خواہشات کی دنیا زیروزبر ہو جاتی ہے چنانچہ بات ختم ہو گئی ہفتہ بھر بعد حضرت کو بس پر سوار کر کے رخصت کیا مگر دل نے چین نہ لینے دیا چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد راہِ سفر اختیار کی ان دنوں دندہ شاہ بلاول سے آگے پیدل جانا پڑتا تھا۔ بہرحال بندہ درِ دولت پہ جا پہنچا اور عجیب بات ہے وہاں حضرت نے فرمایا تم بہت بروقت آئے ہو دراصل اس کام کے لیے یہی عمر موزوں ہوتی ہے بندہ کی عمر تقریباً ۲۴، ۲۵ سال ہو گی اور یوں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ نصیب ہوا اور بفضل اللہ ۲۵، ۲۶ برس آپ کی جوتیوں میں بسر ہوئے یہی میری زندگی کا سرمایہ ہے اگر ظاہراً کوئی لفظ سیکھا تو بھی آپ ہی کے فیض و برکت سے اور باطنی اور روحانی نعمتوں میں سے کوئی ذرہ نصیب ہوا تو بھی آپ ہی کی برکات سے۔ اس ربع صدی میں بندہ نے دیکھا کہ آپ کی ساری محنت احیاءِ دین کے لیے وقف تھی صحت و بیماری سفر و حضر رات اور دن یہی تذکرہ رہتا۔

ملک بھر کے شہر شہر قریہ قریہ سفر فرما کر مسلمانوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے۔ اور اس میں کبھی دنیوی مفاد کو مخل نہ ہونے دیا۔

ایک بار بلکہ تحصیل چکوال میں ایک غریب آدمی نے جلسہ کرنے کی دعوت دی میں حضرت کے ہمرکاب تھا تین روز جلسہ رہا۔ روزانہ حضرت بیان فرماتے اور باقی وقت ملاقات والوں کا تانتا بندھا رہتا کمرے میں آپ کے لیے ایک چارپائی اور وہی سرہانہ اور بندہ کا ٹھکانہ فرشِ خدائی تھا۔ بہرحال بہت کامیاب جلسہ رہا چوتھے روز وہاں سے روانہ ہوئے تھوڑا سا پیدل چل کر بس اڈہ پر پہنچے ان دنوں پنجاب ٹرانسپورٹ کی بسیں ہوا کرتی تھیں جب ہم سوار ہو چکے تو اہلِ دیہہ نے مجھے دس دس کے دو نوٹ دیئے یہ بیس روپے تو آمدورفت کا بس کا کرایہ بھی بمشکل پورا ہو رہا تھا میرے چہرے کے تاثرات کوئی زیادہ خوشگوار نہ تھے حضرت نے بھانپ لیا اور فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کیا حضرت یہ انہوں نے بیس روپے دیئے ہیں فرمایا شکر کرو انہوں نے کرایہ تو دے دیا ورنہ ہم تو اللہ کی رضا کے لیے کام کر رہے ہیں روپیہ ہمارا مقصد نہیں اگر وہ یہ بھی نہ دیں تو کرایہ جیب سے خرچ کر کے بھی دین کا کام تو کرنا ہے۔ یہ آپ کے کام اور سوچ کا انداز تھا۔

اس کے بعد آپ کے وصال تک شرفِ رفاقت نصیب رہا اکثر بیماری کی حالت میں اٹھنے کی سکت نہ ہوتی مگر جب دینی موضوع پر بات شروع ہو جاتی تو آپ اٹھ بیٹھتے۔

میں حلقۂ ذکر میں شامل ہوا تو چند ساتھی آپ کے ہمراہ ذکر کیا کرتے تھے جن میں باقاعدہ تو ایک دو ہی تھے مگر محض تبرکاً کہ ان کی بھی اصلاح تو ہو جائے گی۔ سفر و حضر میں آپ معمولاتِ ذکر میں کمی نہ آنے دیتے مگر اس دولت کا پتہ ہر کسی کو نہ دیتے بالآخر غالباً ۷۰ء میں آپ نے باقاعدہ ذاکرین کی جماعت ترتیب دینے کا فیصلہ کیا یہ فیصلہ آپؒ کا ذاتی نہ تھا بلکہ بارگاہِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ دعوت عام شروع ہوئی اور یوں ذکر کی مجلس کی ابتداء ہوئی جو بندہ کے ایک کچے مکان میں منعقد ہونا شروع ہوئیں جو دارالعرفان سے چند میل کے فاصلہ پر جنگل میں میرے مزروعہ رقبے میں تا حال موجود ہے۔

ابتداً بندہ اور حضرتؒ جماعت تھے پھر دو سے تین اور پھر بڑھتے بڑھتے پندرہ سولہ تک کی تعداد ہو گئی اور اجتماع سالانہ شروع ہوا جو گرمیوں میں اسی ڈیرہ پر منعقد ہوتا۔

اس کے بعد بندہ نورپور آ گیا تو دو سال اجتماع نورپور میں منعقد ہوا۔ ازاں بعد بندہ منارہ منتقل ہوا تو اجتماع بھی وہاں جو گرمیوں میں ہی منعقد کیا جاتا تھا۔

رفتہ رفتہ احباب کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا لگ بھگ ۷۹/۸۰ء کے قریب بیعت ظاہری بھی شروع کی گئی دراصل اس سے پہلے

نسبتِ اویسیہ میں بیعت ظاہری نہ تھی ان حضرات کا مسلک یہ تھا کہ ظاہری بیعت کے لیے صالح افراد میسر آسکتے ہیں لہذا وہاں کر لی جائے اور نسبت اویسیہ میں وہ شخص قدم رکھے جو روحانی طور پر بیعت نبوی سے سرفراز ہونے کی تمنا رکھتا ہو اور اس کے لیے محنت کر سکے۔ مگر ۱۹۷۹ء ۸۰ء میں یہ بات بارگاہ نبوی میں پیش کی گئی کہ اب ظاہری بیعت کے لیے بھی محض رواجی پیر میسر آتے ہیں اور اکثر لوگ ان کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہوتے ہیں چنانچہ بیعت ظاہری بھی بارگاہِ نبوت کی اجازت سے شروع کی گئی ۸۰ء کے بعد اجتماع کے لیے دارالعرفان کی بنیاد رکھی گئی جو بفضل اللہ ایک مینارہ نور ثابت ہو رہا ہے۔

بندہ کو ۱۹۵۸ء سے شروع ۱۹۸۴ء تک تقریباً پچیس ۲۵ برس شرفِ ہمرکابی حاصل رہا اور علوم دین کا جو حرف نصیب ہوا ہے یا کیفیات قلبی سے جو کچھ ملا ہے یہ سب اسی رفاقت کے صدقے نصیب ہوا ہے آپؒ کی ساری عمر ادیان باطلہ کے رد میں اور دین حقہ کو پھیلانے کے ساتھ مسلمانوں کی عملی زندگی کو واقعی اسلام کے تابع بنانے کی کوششوں میں صرف ہوئی اور اس میں نہایت جرأت و بے باکی سے اپنا فریضہ ادا فرماتے تھے باطل قوتوں کی طرف سے قاتلانہ حملے بھی ہوئے حکومتِ وقت نے بھی بارہا بڑا دباؤ ڈالا کہ تقسیم ملک کے بعد کا یہ تجربہ بھی بڑا عجیب ہے کہ طاغوتی طاقتیں اسلام اور مسلمان پر کیچڑ اچھالتی رہیں تو کوئی نوٹس نہیں لیتا۔ لیکن جب ان کے رد میں اور احقاقِ حق میں کچھ کہا جائے تو فوراً امن عامہ کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے مگر حضرتؒ نے ان تمام روکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اپنا مشن جاری رکھا۔

ایک بار باغ آزاد کشمیر جانا ہوا وہاں تین روز کے لیے اہل سنت سالانہ جلسہ کر رہے تھے یاد رہے کہ آزاد کشمیر میں تب بھی علما تحصیل و ضلع وغیرہ کی سطح پر مفتی ہے اور سرکاری ملازم تھے چنانچہ امن عامہ کے نام پر حق و باطل کو یکجا کر رکھا تھا حتیٰ کہ شیعہ کا تازیہ جامع مسجد سے نکلا کرتا تھا اور صحابہ پر طعن صحنِ مسجد میں کیا جاتا حضرتؒ نے یہ سن کر اس پر سخت اعتراض فرمایا اور علما سے الگ ہو کر ایک وائرلیس پولیس کے سپاہی کے پاس ڈیرہ رکھا جو کبھی آپ کا شاگرد رہا تھا تین دن کے جلسہ میں علما نے آپ پر بہت زور لگایا کہ ایسی تقریر کریں جس سے شیعہ سنی متحد رہیں مگر یہ نہ ہو سکا آخر شہر کے با اثر لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے اور جاننا چاہا کہ آخر وجہ کیا ہے۔ شیعہ سنی کیوں متحد نہیں رہ سکتے۔ آپ نے تفصیلاً عقائد اور ان کی خرابی شیعہ کتب کے حوالہ سے بیان کی جس پر جو تھے روز اہل شہر نے جلسہ رکھا آپ نے نہایت بے باک انداز میں مذہب حقہ اور شیعہ کے باطل عقائد کا رد بیان فرمایا۔ اس روز سے وہاں حق و باطل میں امتیاز لوگوں کی سمجھ میں آیا۔ اور یوں پانچویں روز ہم وہاں سے واپس روانہ ہوئے علما نے تو کرایہ بھی نہ دیا بندہ کے پاس حضرتؒ کے کچھ رسالے تھے جو ان دنوں میں بیچتا رہا اور یوں واپسی کا کرایہ بن گیا۔

ایسے ہی ایک جلسہ آپ کے علاقہ کا یادگار جلسہ ہے۔ منجند ایک مشہور قصبہ ہے وہاں قادیانیوں کا بہت اثر ہو گیا اور چند بڑے بڑے با اثر زمیندار قادیانی ہو گئے چنانچہ انہوں نے وہاں خاتون مبلغہ بھی متعین کیں اور مردوں کا بھی پروگرام ترتیب دیا کہ یہاں سکول اور خیراتی ہسپتال بنایا جائے ختم نبوت تحریک کے جلسے بھی زور و شور سے ہوتے تھے مگر کوئی تدارک نہ ہو پا رہا تھا چنانچہ ایک بہت ہی غریب آدمی نے آکر حضرتؒ کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے جلسہ کرنے کی دعوت دی آپ وہاں پاپیادہ تشریف لے گئے ہم چند ساتھی ہمرکاب تھے رات وہاں ٹھہرے آپؒ کے لیے روکھی سوکھی کا اہتمام کر کے ہمارے لیے گاؤں سے ٹکڑے مانگ کر لائے گئے اور رات ہم نے زمین پر لیٹ کر بسر کی صبح جلسہ ہوا حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ ان پڑھ لوگ ہیں علمی دلائل کو سمجھ نہیں سکتے اسی لیے تحریک کے جلسے کوئی اثر پیدا نہیں کر پا رہے چنانچہ اس کی اپنی کتب اور سوانح سے اس کی شخصیت، کردار اور عقائد کا نقشہ کھینچا تو وہ لوگ تائب ہو گئے اور قادیانیوں کا منصوبہ خاک میں مل گیا اگلے روز دس گیارہ میل کا راستہ ہم پیدل واپس جا رہے تھے۔

آپ کی تقریباً اسی سالہ حیات مبارکہ ایسے معرکوں سے پُر ہے آپؒ کے پاس بہت بڑی لائبریری تھی جو زندگی بھر کتب خرید خرید کر ترتیب دی جو اب دارالعرفان کی زینت ہے۔ آپ کی بہت بڑی زمینداری تھی پھر مزید زمین بھی خرید کر ورثاء اور اور اولاد کے رزق کا اہتمام فرمایا زندگی بھر کبھی دستِ نگر نہ ہوئے۔

اس سارے ہنگامہ زندگی اور معرکہ ہائے حق و باطل کے ساتھ آپ نے سلوک و تصوف میں لوگوں کی تربیت شروع کی تو پوری

اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا کہ تبع تابعین کے بعد یہ دولت یوں کبھی تقسیم نہ ہوئی تھی۔ بارگاہِ نبوت میں جو پہنچا مرد، عورت، بچہ، بوڑھا صحابی بن گیا۔ صحابہ کی صحبت میں پہنچنے والا تابعی بن گیا اور تابعین کی صحبت میں پہنچنے والا تبع تابعی بن گیا مگر اس کے بعد یہ طریق بدل گیا اور بزرگانِ دین اور مشائخ کی خدمت میں لاکھوں افراد حاضر ہوتے مگر صرف اصلاحِ ظاہر پاتے اور کیفیاتِ قلبی ایک دو یا چند افراد کو نصیب ہوتی تھیں۔ اور بسا اوقات جب کوئی شیخ دنیا سے اٹھتا تو اس کے عقیدت مندوں میں ایک آدمی بھی ایسا نہ ملتا جس کے لطائف ہی روشن ہوں۔

نیز جن چند افراد کو اب تک تصوف و سلوک کے نصیب ہوتے تو انہیں کئی کئی سال ایک لطیفے پر لگانے پڑتے مگر حضرتؒ کے ہاں ایک توجہ میں جملہ لطائف روشن ہو جاتے پھر ہر آنے والے کے لیے فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا تھا چنانچہ آپ کی حیات میں ایسے احباب جن کو فنا فی الرسول میں روحانی بیعت نصیب ہوئی، کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی جو اب بحمداللہ ہزاروں میں شمار ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں ان مجذوبوں کو بہت بڑا سمجھا جاتا ہے جو حواس کھو بیٹھیں مگر حقیقتاً یہ کمزوری اور نقص کی دلیل ہے اگر یہ جذب کمال ہوتا تو انبیاء کو نصیب ہوتا مگر کوئی بھی نبی مجذوب نہیں ہوا در اصل کمال یہ ہے کہ واقعی مقاماتِ سلوک نصیب ہوں اور آدمی پوری طرح خبردار اور باہوش و حواس رہے اس بارہ میں بھی جہاں تک بلندی منازل کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ تبع تابعین کے بعد جو کام آپؒ نے کیا کوئی صوفی نہ کر سکا لہٰذا ظاہر ہے کہ تبع تابعین کے بعد روحانی قوت اور بلندئ منازل میں بھی آپ یکتا ہیں۔ منازلِ سلوک سے واقف لوگوں کو تو بندہ گنوا سکتا ہے۔ مگر جو اس فن سے واقف نہیں وہ بھی خوب جان سکتے ہیں تمام مشائخ کا احترام ہم پر واجب ہے۔ اور خدانخواستہ کسی کے حضور کوتاہی کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہر ایک کے اپنے فضائل اور درجات ہیں مگر اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ بلندئ منازل میں کوئی بھی آپ کا ثانی نہیں یہ بھی آپ کی روحانی قوت اور آپ کی برکات ہیں کہ اب روئے زمین پر آپ کا سلسلہ تصوف پھیل چکا ہے۔ پاکستان، ہندوستان، بنگال، برما، فلپائن اور جاپان تک دوسری طرف حجاز مقدس، مشرقِ وسطیٰ کی ریاستوں، یورپ کے ممالک فرانس، جرمنی، ہالینڈ، سویڈن اور ناروے تک، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ روس، اور چین میں بھی آپ کے سلسلہ تصوف کے لوگ نہ صرف موجود ہیں بلکہ یہ سلسلہ پھیل رہا ہے۔ اللہ کرے یہ نعمت یونہی عام ہوتی چلی جائے اور پھر سے زمانے کو اسلام کی حقیقی بہار دیکھنا نصیب ہو آمین۔

میں نے یہ چند سطور محض تعارف کے طور پر لکھی ہیں ورنہ حضرتؒ کے کارہائے علمی کا احاطہ ممکن نہیں آپ کی تصنیفات اعلیٰ تحقیق کا نمونہ ہیں جن سے ایک پوری علمی دنیا استفادہ بھی کرتی ہے۔ اور حوالہ جات بھی باقی ہے اور انہیں دیکھ کر آپ کے علمی درجہ کا اندازہ ہوتا ہے جہاں تک مطالعہ اور یادداشت کا تعلق ہے تو ایک عالم نے فرمایا کہ میں ڈیڑھ دو گھنٹے مجلس میں بیٹھا آپ نے دورانِ گفتگو بہتر (۷۲) کتب کا حوالہ معہ مصنف کے حالات کے دیا اور ان میں اکثر کتب ایسی بھی تھیں جن کا نام ہم نے پہلی بار سنا۔

فروری ۸۴ء میں یہ آفتابِ علم و عمل دارِ دنیا سے دارِ بقا کو کوچ کر گیا۔ مگر آپ کی پھیلائی ہوئی روشنی تا حال چار دانگ عالم کو منور کر رہی ہے۔

فقیر محمد اکرم منجانب
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

# ایک نظر میں

## تاج رحیم

**پیدائش:** ۱۹۰۴ء میں موضع چکڑالہ ضلع میانوالی کے اعوان زمیندار گھرانے میں ہوئی۔

**والد محترم:** ذوالفقار

**بھائی:** دو اور بھائی تھے جن میں ایک کا انتقال جوانی میں ہوا۔ دوسرا بہادر نامی تاحیات ہے۔ لیکن وہ سلسلہ سے لاتعلق ہیں۔

**اولاد:** پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں بیٹے کا نام عبدالرؤف اور بیٹی کا صغریٰ ہے ان کا تعلق بھی سلسلہ سے نہیں ہے۔ دوسری بیوی سے ایک بیٹی ام کلثوم ہے۔

**بچپن:** علاقے کے عام بچوں کی طرح آپ کا بچپن بھی ویسا ہی گزرا۔ والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی میں مدد کرنا، اپنی بھیڑ بکریاں چرانا۔ خاندان عام لوگوں کی طرح برائے نام مسلمان تھا۔ البتہ جب سے آپ نے ہوش سنبھالا۔ نماز روزے کی پابندی کی سگریٹ حقہ جیسی لعنت سے محفوظ ہے۔ کسی سکول میں پڑھنا نصیب نہ ہوا۔

**ملازمت:** میانوالی پولیس میں بھرتی ہونے۔ لیکن طبعی میلان کچھ اور ہی تھا اس لیے وہ نوکری چھوڑ دی پھر پشاور جیل کے عملے میں شامل ہو گئے۔ لیکن وہاں کے ہندو داروغہ سے اس لیے نہ بنی کہ وہ راشی اور قیدیوں کو ملنے والی رقم غبن کرتا تھا۔ آپ نے تعاون نہ کیا۔ اور اس ملازمت سے بھی سبکدوش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ملازمت نہ کی۔

**تحصیل علم:** آپ نے کسی باقاعدہ سکول میں تعلیم نہ پائی۔ پشاور جیل میں ملازمت کے دوران اپنے شوق اور ذاتی محنت سے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ نہایت مختصر وقت میں پرائمری کا نصاب مکمل کر لیا اور پھر زیادہ توجہ دینی کتابیں پڑھنے پر دی۔ ۲۰ سال کی عمر میں آپ نے دینی علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ باقاعدہ مدارس نہ ہونے کی وجہ سے مختلف مقامات پر مساجد میں پڑھتے رہے بعض میں مسجد خواجگان ڈلوال بھی ہے۔ جہاں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ پھر خانیوال کے قریب میں ایک چک میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے علم حدیث کے لیے مفتی کفایت اللہ صاحب (مرحوم) کے مدرسہ امینیہ دہلی گئے تحریک ریشمی رومال کی وجہ سے مدرسہ دیوبند بند تھا۔ اس لیے وہاں سے علم فیض نہ کر سکے۔ تاہم عربی فارسی گرامر منطق

وفلسفہ میں خوب مہارت حاصل کی۔ آپ کا اپنا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ نہ صرف علم دین اسلام پر عبور حاصل تھا بلکہ دوسرے مذاہب مثلاً ہندو مذہب عیسائیت اور کئی دوسرے مشہور مذاہب پر بھی وسیع مطالعہ اور علم رکھتے تھے۔

**لباس**: نہایت سادہ لباس پہنتے۔ جس میں سفید کرتا، شلوار اور سبز عمامہ ہوتا۔ پاؤں میں سادہ میانوالی چپل آپ جبہ و دستار اور درویشی پیروں والے لباس کو قطعی اچھا نہیں سمجھتے تھے، ہاتھ میں ایک معمولی سا عصا رکھتے تھے۔ جو چلتے وقت ٹیک کے کام آتا تھا۔

**جسمانی حالت**: قد درمیانہ اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ گھنی سفید داڑھی۔ آپ کی نگاہوں میں ایک مخصوص چمک تھی۔ دائیں ٹانگ میں تکلیف کی وجہ سے عصا استعمال کرتے جو بچپن میں بیری کے درخت سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آئی تھی۔ اس کا اثر آخری عمر تک رہا۔

**آواز**: آپ کی آواز بلند اور رعب دار تھی۔ لیکن جب تلاوت فرماتے تو آواز میں ایک عجیب سوز پیدا ہو جاتا اور سامعین پر ایک سحر ساطاری ہو جاتا۔ اکثر تقریر اردو زبان میں فرماتے لیکن میانوالی کے مخصوص لہجے کی چاشنی اس میں ہوتی۔ آپ کے بیان میں ایسی دلکشی ہوتی کہ ہر سننے والا آپ کی طرف متوجہ اور محو ہو جاتا۔

**حسن سلوک**: آپ نہایت خوش مزاج تھے۔ جس محفل میں بیٹھے ہوتے وہاں یہ احساس نہ ہونے دیتے تھے کہ آپ اور حاضرین میں کسی قسم کا فرق ہے۔ ہر سالک سے اتنے پیار و محبت اور بے تکلفی سے ملتے اور ان کے ذاتی دکھ درد میں ایسے شریک ہوتے کہ ہر فرد کو یہ احساس ہوتا کہ آپ اُسے سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ مہمان نوازی میں آپ کسی اور کو آگے بڑھنے نہ دیتے اور اکثر بعد ساتھی آپ کے پاس حاضری دیتے ان کے لیے خود گھر سے کھانا لے کر آتے۔

**مراتب**: حضرت جیؒ کے مراتب کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے البتہ ایک آدھ خط میں انہوں نے اشارتاً جو فرمایا اُس کے مطابق ۱۹۵۲ء میں آپ سالک المجذوبی میں تھے۔ ۱۹۶۹ء میں قطب وحدت۔ اور حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کے بیان کے مطابق جب آپؒ پردہ فرما گئے تو ولایت کی سب سے آخری اور اعلیٰ مقام "عبدیت" آپ کو نصیب تھا۔

**تصانیف**: آپ نے بے شمار پمفلٹ، کتابچے اور مضامین تحریر فرمائیں ان کے علاوہ آپ کی مشہور کتابوں کی تعداد ۲۱ ہے۔ آپ کی تقاریر اور مضامین کو جمع کرنے کا کام جاری ہے "دلائل السلوک" آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس کا ترجمہ انگریزی کے علاوہ اور زبانوں میں بھی ہو چکا ہے

**زمینداری**: آپ تقریباً ۴۰۰ کنال زرعی اراضی کے مالک تھے۔

**۱۹۳۶ء**: میں لنگر مخدوم گئے۔ جہاں حضرت مولانا عبدالرحیمؒ سے ملاقات ہوئی اور ان ہی کی وساطت سے سلطان العارفین حضرت اللہ دین مدنیؒ سے رابطہ ہوا۔

**بحیثیت مناظر**: ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۸ء تک آپ شیعہ علماء کے ساتھ مناظرے کرتے رہے اور مناظر کی حیثیت سے آپ نے بہت شہرت پائی۔

**جماعت کے سب سے پہلے ساتھی**: قاضی ثناء اللہ صاحب جو تاحیات ہیں اور غالباً عمر ۱۲۰ سے تجاوز کر گئی ہے حلقے کے پہلے ساتھی ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں ڈھل والاں کے حاجی محمد خان مرحوم اور حافظ صاحب امام مسجد حلقے میں داخل ہوئے۔

**۱۹۵۸ء**: میں حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ حضرت جیؒ کے ساتھ منسلک ہوئے۔

**۱۹۶۰ء**: اس سال ذاکرین کی باقاعدہ جماعت ترتیب دینے کی اجازت ملی اور دعوت عام کا کام شروع ہوا۔ مجالس ذکر کی ابتداء ہوئی جو حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کی زرعی زمین پر ایک کچے مکان میں منعقد ہونا شروع ہوئی۔

**پہلا حلقہ ذکر**: چکوال میں چند ساتھیوں نے مل کر اجتماع ذکر شروع کیا۔

**پہلا فوجی ساتھی:** حافظ غلام قادری صاحب۔ اُن کی مدد سے فوج میں پہلا حلقہ ذکر قائم ہوا۔

**پہلا باقاعدہ اجتماع:** ۱۹۶۲ء میں یہ پہلا باقاعدہ اجتماع تھا۔ اس میں پندرہ ساتھی شامل تھے۔ بارہ دن رہا۔ نور پور سیٹھی سے شمال میں حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کے ڈیرے پر ہوا۔

**پہلا سالانہ اجتماع:** ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کے ہاں نور پور موڑ پر ہوا۔

**دوسرا سالانہ اجتماع:** ۱۹۶۹ء میں ملک خدا بخش صاحب کے گھر منارہ میں ہوا جس کا انتظام بھی حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ نے کیا۔

**۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۹ء تک:** تمام سالانہ اجتماعات مڈل سکول منارہ کی عمارت میں ہوتے رہے۔ اس وقت وہاں نہ بجلی تھی نہ پانی کا انتظام تھا۔ روشنی کے لیے لالٹین اور وضو کے لیے دور سے بالٹیوں میں پانی لایا جاتا۔ جلانے کے لیے ساتھی پہاڑ سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاتے۔

**دارالعرفان:** ۱۹۷۹ء کے سالانہ اجتماع پر دارالعرفان کی بنیادیں بھری گئیں۔

**دارالعرفان میں پہلا سالانہ اجتماع:** ۱۹۸۰ء کا سالانہ اجتماع شروع تو منارہ سکول میں ماہ اگست میں ہوا لیکن یکم ستمبر کو اجتماع دارالعرفان منتقل ہوا۔ یوں یہ دارالعرفان کا پہلا اجتماع تھا۔

**ظاہری بیعت:** ۱۹۷۹ء میں دربارِ نبوی سے ظاہری بیعت کی اجازت ملنے پر ۸۰ - ۱۹۷۹ء میں ظاہری بیعت کی ابتدا ہوئی۔ اس سے پیشتر سلسلہ اویسیہ میں ظاہری بیعت نہیں تھی۔

**ماہنامہ المرشد:** ۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو ماہنامہ المرشد کا ڈیکلریشن ملا۔ یوں تو المرشد مختلف پمفلٹ اور کتابچے کی صورت میں پہلے بھی چھپتا رہا۔ لیکن باقاعدہ ماہنامے کی صورت میں اس کا پہلا شمارہ دسمبر ۱۹۷۹ء میں پروفیسر حافظ عبدالرزاق کی زیرِ ادارت شائع ہوا۔

**لائبریری:** حضرت جیؒ نے اپنی زندگی میں بے شمار کتب جمع کیں جو تمام ان کی اپنے پیسے سے خریدی ہوئی ہیں۔ برصغیر میں اتنی بڑی ذاتی لائبریری شاید ہی کسی کے پاس ہو جس میں کتب کی قیمت کا اندازہ کئی لاکھ روپے ہے اور جو کئی ہزار کتب پر مشتمل ہے۔

**اشاعتِ کتب:** کتابوں کی اشاعت کے لیے "ادارہ اویسیہ کتب خانہ" قائم کیا گیا۔ یہ کتب خانہ اب تک ۷۰ سے زیادہ کتب کی اشاعت کر چکا ہے پمفلٹ اور کتابوں کی اشاعت ان کے علاوہ ہے۔ تقریباً دس مزید کتابیں اشاعت و طباعت کی مختلف منازل میں ہیں اس کی شاخیں اردو بازار لاہور، اویسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور اور دارالعرفان منارہ میں ہیں۔

**وصیت نامہ:** ۱۸ اگست ۱۹۸۲ء کو بطور وصیت جامع ہدایات قلم بند کروائیں۔ جو سلسلہ عالیہ کے جملہ امور کی انجام دہی کے لیے اصول و حتمی قوانین سلوک کا مقام رکھتی ہیں۔ اسی وصیت کے مطابق جانشین، ناظم اعلیٰ اور ممبران مجلسِ منتظمہ کا تقرر عمل میں آیا۔

**جانشین:** آپ نے اس سلسلہ میں خاندانی وراثت کی گدی نشینی کا فرسودہ تصور ختم کیا۔ اور آپؒ کی وفات پر وصیت نامے کے مطابق حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ کو سلسلہ کا شیخ اور اپنا جانشین مقرر کر گئے۔

**ناظم اعلیٰ:** انتظامی قابلیت، بے لوث خدمت اور اہلیت کی بناء پر کرنل مطلوب حسین (ریٹائرڈ) کو سلسلہ عالیہ کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا۔

**ناظم نشر و اشاعت:** حافظ عبدالرزاق صاحب کو ادارہ نقشبندیہ اویسیہ کے نشر و اشاعت کا ناظم مقرر کیا۔

حضرت جیؒ دو مرتبہ حج پر گئے۔ پہلا حج فروری ۱۹۷۱ء میں اور دوسرا جنوری ۱۹۷۴ء میں اور ۱۹۷۷ء میں عمرہ کیا

**مجلس منتظمہ :** ان اکابرین سلسلہ کو مجلس منتظمہ کا ممبر مقرر کیا

| | |
|---|---|
| ۱۔ کرنل مطلوب حسین (ریٹائرڈ) ناظم اعلیٰ | ۲۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق |
| ۳۔ امان اللہ ملک | ۴۔ حاجی الطاف احمد |
| ۵۔ چوہدری بشیر احمد | ۶۔ علی احمد |

**۱۹۸۳ء میں لنگر مخدوم کا اجتماع :** ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء جمعہ کے دن لنگر مخدوم کا اجتماع آپ کی زندگی کا آخری بڑا اجتماع تھا۔ آپ کا خطاب سن کر ہزاروں حاضرین نے محسوس کیا کہ شاید اس کے بعد آپ اس بڑے اجتماع میں شریک نہ ہوسکیں گے۔ ہدایات کے علاوہ آپ کا خطبہ زندگی موت اور برزخ کے متعلق تھا :

آپ نے فرمایا۔ اب ذرا موت کی حقیقت سمجھ لیجیئے یعنی موت کیا چیز ہے۔ موت کوئی عدمی چیز نہیں جو وجود کو ختم کردے موت تو ایک پل کی طرح ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ دنیا ایک دریا کی طرح ہے جسے ہم سوائے پل کے عبور نہیں کرسکتے۔ موت ہمارے لیے پل بنایا گیا ہے۔ کہ اسے عبور کرکے برزخ میں چلے جائیں۔ یا اُسے ایک کشتی یا جہاز سمجھ لیں جس پر سوار ہو کر ہم آگے چلے جائیں گے۔ موت عدمی چیز نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: خلق الموت والحیوٰۃ۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے زندگی کو پیدا فرمایا۔ اسی طرح موت کو بھی پیدا فرمایا۔"

**۱۹۸۴ء۔ آخری وقت :** ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء بروز ہفتہ مغرب کے بعد اسلام آباد میں فضل کریم بٹ صاحب کے گھر آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو آخری غسل بیگ صاحب، زاہد صاحب اور بابا قادر بخش نے دیا۔ اتوار صبح ۳ بجے آپ کے جسد مبارک کو حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ (اپنی جیپ میں اسلام آباد سے دارالعرفان لائے اور اُسی دن وہاں سے چکڑالہ لایا گیا۔ عصر کے بعد حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور لحد میں اتارا۔ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد اندازاً ہزاروں میں تھی۔

**مزار :** آپ کی وصیت کے مطابق، آپ کی پسندکی جگہ پر چکڑالہ سے چند میل باہر آپ کا غیر پختہ اور سادہ مزار ہے۔ جو مرشد آباد کے نام سے مشہور ہے جہاں ہر ماہ ہزاروں عقیدت مند اجتماعی حاضری دینے ملک کے دور دراز گوشوں سے آتے ہیں۔ یہاں ایک وسیع مسجد تعمیر ہوچکی ہے۔ اس کی وسعت اور ترقی پر مزید کام جاری ہے۔

**مشن کی موجودہ پوزیشن :** گلگت کی فلک بوس پہاڑوں سے لے کر مشرق وسطیٰ اور عرب ریاستوں تک، انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں نیو یارک (امریکہ) اور مانٹریال (کینیڈا) تک، یورپ میں ناروے اور گلاسگو سے لے کر جنوب میں نیروبی تک اور چین اور روسی ریاستوں تک یہ مشن پھیل چکا ہے۔ دور دراز ممالک کے شہروں میں مراکز ذکر قائم ہوچکے ہیں جو مرکز (دارالعرفان) سے منسلک ہیں۔ جہاں باقاعدگی کے ساتھ اللہ کے مبارک نام کا ذکر کرنے والے جمع ہوتے ہیں۔ صقارہ اکیڈمی جیسے اعلیٰ پائے کے جدید تعلیمی اداروں کے قیام سے لے کر اویسیہ ہاؤسنگ جیسے عظیم رہائشی منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچ رہے ہیں۔ جو فیض حضرت جیؒ نے تقسیم کرنا شروع کیا تھا وہ اب حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ کی ان تھک محنت، کوشش اور پابہ سفر رہنے سے روئے زمین کے ہر گوشے تک پہنچ رہا ہے۔ جس مشن کی ابتدا حضرت جیؒ نے ۱۹۵۲ء میں ایک ساتھی قاضی ثناء اللہ صاحب سے شروع کی تھی آج اُس مشن میں لاکھوں افراد شامل ہیں۔ یہ مشن پھیلا ہے اور انشاء اللہ پھیلتا چلا جائے گا۔

# اَنمول مُوتی

حافظ غلام قادری

۲۷ نومبر ۱۹۶۳ء راولپنڈی میں نئے احباب کو حلقہ میں داخل کرنے کے بارے میں لکھا۔

"امتحان کنندہ سو ڈاکی توجہ کا جوش لے کر جو آئے اس کو داخل نہ کریں۔ ورنہ جو بھی آئے اس کو بتا دینا کہ عقائد کی درستی ایسے کرنا ہوگی۔ جیسے شیخ یعنی استاد کے ہوں گے۔ پھر اعمال کی درستی۔ فرائض کی پابندی لازمی ہوگی۔ حتیٰ کہ نوافل کی پابندی بھی دوامی ہو جاتی ہے۔ روزی حلال صدق مقال، بری مجالس سے اجتناب ضروری ہوتا ہے۔ فلم وغیرہ سے بھی، داڑھی مطابق سنت رکھنی ہوگی۔ گھر میں نماز کی پابندی کرائیں روٹی نمازی کے ہاتھ کی ہونی ضروری ہے۔

ان چیزوں کی پابندی کر نیلے کر بڑی خوشی سے داخل کر کے توجہ دیں۔ جمعدار شریف صاحب کو کہنا اب آپ سابقہ جمعدار نہیں رہے۔ اب تم رسولی جماعت و فوج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعدار بن چکے ہو چال چلن بدل دو۔ ہادی بن جائے۔ معمولی کوشش اور جانفشانی سے کیا کرنا:

ایک ساتھی نے رویت اشکال کے مراقبہ میں ایک شخص کی شباہت بندر سے دیکھی تو کہنے لگے اس کو کیا ذکر سکھائیں تو حضرت نے خط میں فرمایا۔

"ہم نے بندروں اور ریچھوں کو انسان بنانا ہے۔ اس سے گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ انسان کو انسان بنانا تو کمال نہیں۔ درندوں کو انسان بنانا کمال ہے۔ نرمی اور اخلاق سے لوگوں کے ساتھ پیش آئیں۔ استاد کا رعب کسی پر نہ ڈالا جائے۔ بلکہ خادم ہونے کا ثبوت دیا جائے۔ لوگ نیک و صالح سمجھ کر خود آپ کا ادب کریں گے۔ خود عملی نمونہ پیش کرو۔ اللہ والے بن کر"۔

نوٹ:۔ حضرت جیؒ کا طریقہ روایتی پیروں سے بالکل جداگانہ تھا۔ اسی لیے پیر کا لفظ بھی اپنے لیے استعمال نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ فرماتے میں تمہارا استاد ہوں روحانی تعلیم دیتا ہوں۔ لہٰذا ساتھی آپ کو استاد ہی کہا کرتے تھے۔

## کمالات کے حصول کا طریقہ

صوبیدار میجر محمد صادق مانسہرہ والے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ماڑی پور کراچی میرے ساتھ تھے۔ وہیں انہوں نے ذکر شروع کیا۔ ۶۶ء کے شروع میں چھٹی آئے تو حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ ان کو خط میں تحریر فرمایا۔

"میری دعا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ اپنا صحیح مخلص و مقرب بندہ بنا دے اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع نصیب فرمائے آپ کے حالات سے ایک کمالات میں مشاہدہ کیا آپ انشاء اللہ ایک وقت یگانہ موتی ہوں گے۔ بے فکر رہیں۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو استقامت فرمائی۔ استقامت کی دعا ہمیشہ کرنا۔ بڑی دولت ہے۔ استقامت بھی خاصکر ذکر الٰہی پر استقامت۔ قال تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا قال تعالیٰ فی حق رسولہ فاستقم کما امرت:۔ میری خاص لگن ہے اس رات سے۔ میں دیکھتا ہوں غالباً خدا تعالیٰ تم کو ایک وقت موتی نہیں بلکہ ہیرا بنائیگا اتباع شریعت کا بڑا خیال رکھنا۔ یاد رکھنا جو کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ تمام کے تمام رسول اکرم صلعم کی جوتیاں مبارک سے ملتے ہیں۔ تمام کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ ایک دروازہ اتباع محمدی کا مفتوح ہے۔ اس دروازے سے جو گزرا وہ صحیح سڑک پر ہے۔ ورنہ

ایں خیال است و محال است و جنوں۔

جو رسول اکرم صلعم کے خلاف کر کے دعویٰ ولایت کا کرتا ہے وہ جھوٹا مکار اور فریبی ہے۔ قرآن اس کو کذاب کہتا ہے:

۔ محمد صادق صاحب کو ہی ایک اور خط میں کراچی تحریر فرمایا۔

عزیزم مسلمان خدا تعالیٰ کی جماعت تھی۔ خدائی فوج میں بھرتی تھا۔ ملازم تھا۔ اس پر فرض تھا کہ اپنے اعلیٰ حاکم کا وفادار بن کر زندگی بسر کرتا۔ افسوس ہے کہ جس مالک کی زمین ہے جس کی یہ مخلوق ہے۔

جس مالک نے وجود عطا کیا حیات عطا کی زندگی کے سامان مہیا کیے اسی کی نافرمانی کی جاتی ہے؛ عزیزم! بندۂ عاجز سے تعلق قائم کرو گے تو شیطان سے عداوت پیدا ہوگی اور نفس پر سخت ظلم ہوگا۔ اسکی خلاف جنگ ہوگی۔

فرائض کی سخت پابندی کرنی ہوگی۔ زبان کو کذب بیانی سے بچاتا ہوگا۔ بے دین لوگوں کی مجلس سے کنارہ کش ہونا پڑے گا۔ پھر فلم تھیٹر کے تماشے حرام ہو جائیں گے۔ ریڈیو کے گانے بجانے سننا حرام ہوگا۔ اکل حلال کی کوشش کرنی ہوگی۔ رات کو نوافل پڑھنے ہوں گے۔ بعد شام و سحری کو ذکر الٰہی کرنا ہوگا۔ میں ایک ہی چیز جانتا ہوں "کونوا عباداللہ" اللہ کے بندے بن جاؤ۔ پوری طرح اپنے آپ کو شریعت کے سانچے میں ڈھالیں۔ حتیٰ کہ غیر تم کو دیکھ کر خود سمجھ لیں کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے۔ سنت کی اتباع اول ہے۔ ہر ہر قدم پر رضائے الٰہی کی طلب دل میں ہو۔ اتباع پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر سلف صالحین علمائے ربانی اولیاء حقانی کی راہ اختیار ہو۔ حال کے علماء عوام کی طرح ہو چکے ہیں۔ صوفیاء تو خود خدا کے بندے دکاندار ہو چکے ہیں۔

حافظ غلام قادری صاحب سے کہا،

۔ دور ہونا صبر کی دلیل نہیں، بلکہ دور ہونا ہی ضروری ہوتا ہے۔ ہم اور آپ قلبی طور پر بہت نزدیک ہیں۔ بدنی طور پر دور ہیں۔ روحانی طریقہ سے قریب ہیں۔ میں تم کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔

بارِ خدایا یہ میری امانت ہے آپ کے سپرد ہے۔

## سالک کیلئے شرائط و ہدایات لکھیں

۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ایک فرمان میں لکھا۔

عزیزم! یاد رکھنا ہم دور الحادی میں سے گزر رہے ہیں جس میں دین کا صرف نام ہی نام باقی ہے۔ مسلمان خدا سے دور ہو چکا ہے رسول خدا سے روحانی تعلق توڑ چکا ہے۔ اُخروی مواخذہ کا قائل نہیں۔ اگر قائل ہے تو برائے نام۔ وہ عقیدہ بیکار ہے جس کے مطابق عمل نہیں۔ مسلمان گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا۔ اس بداعمال بے دین، بداعتقاد مسلمان کی برزخی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ برزخ میں کفار سے کم حال کی زندگی مسلمان مردہ ہی گزار رہا ہے۔ یاد رکھنا جو عذاب ثواب عالم برزخ کا قائل نہیں۔ درحقیقت قیامت کا منکر ہے۔ دنیا و آخرت ایک ترازو کے دو پلڑے ہیں۔ جس پلڑے پر جس کا بوجھ ہے چڑھ جائے۔ کوئی دنیا کا بیٹا ہے، کوئی آخرت کا۔ ہمیشہ کوشش کرنا کہ ہمیں خدا تعالیٰ طالب آخرت بنائے نہ کہ طالب دنیا۔ دنیا فانی ہے آخرت باقی ہے۔ وہ سخت بیوقوف ہے؛ جو دائمی کو ترک کر کے فانی کا طالب ہو۔ دنیا کی زندگی اعتباری چیز نہیں ہے۔ یہ عاریتاً مانگی ہوئی ہے۔ جب مالک چاہے گا۔ اس وقت مطالبہ کرے گا اس کا اعتبار کرنا حماقت ہے۔

عزیزم! میں گنہگار دعوت دیتا ہوں کہ دربار رسول میں حاضر ہو جاؤ۔ فرعونی دربار کی کرسی چھوڑ کر دربار رسول کی کرسی طلب کرو۔ اور دربار رسول میں حاضری کے لیے شرط ہے کہ احکام شریعت اور اتباع سنت رسول کی پوری پوری اتباع کی جاوے۔ آپ نماز کی سخت پابندی کریں۔ حتیٰ کہ نوافل تک ترک نہ کریں۔ ریڈیو کا گانا بجانا سننا حرام ہے۔ تماشہ فلم تھیٹر سے دور رہنا۔ بازار میں اشد ضرورت کے تحت جانا۔ بری مجالس سے دور رہنا۔ بعض دفعہ ایک آدمی ایسا مل جاتا ہے جس کی ایک گھنٹہ مجلس سے دل پر وہ اثر اور نحوست پڑتی ہے کہ سال تک صوفی پہلی حالت پر نہیں آتا۔ ہوٹل کی چائے روٹی، بازار کے مشکوں کے پانی وغیرہ سے پرہیز کریں۔ بازار کی مٹھائیوں سے دوری اختیار کرنا۔ ہر اس آدمی کی صحبت سے دور رہنا جو خدا اور رسول سے دور ہے۔ خدا تعالیٰ کا تعلق اس آدمی سے ہے جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے۔ دل میں غور کرنا کہ تمہارا تعلق خدا سے کتنا گوڑا ہے۔ اسطرح خدا تعالیٰ کے تعلق کو خیال کریں۔ ذکر الٰہی سے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے نہ کہ غفلت سے

والسلام

## شرائط تصوف اور منور القلوب النسان سے شیطان کی دشمنی

۵ اکتوبر ۴۴ء کو راولپنڈی ایک گرامی نامہ میں فرمایا۔

عزیزم حافظ صاحب! میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو استقامت فی الدین عطا فرمائے اور اپنے خاص بندوں میں شامل فرمائے۔ داڑھی کی بات پر بڑی خوشی ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

جمعدار صاحب کو میری طرف سے عرض کر دیں کہ جو چیز آپ کو میری ایک دو دن کی صحبت سے نصیب ہو گئی ہے یہ آج باآواز بلند پکار کر کہتا ہوں کہ پوری عمر کسی پاکستان کے بزرگ سے حاصل نہ ہوگی۔ کھلی بات ہے کسی کے پاس ہے ہی نہیں اس واسطے آپ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں۔ میری بات کو دل سے مانا کریں۔ فیض کے لیے شرط ہے کہ استاد کی اتباع ظاہر و باطن سے کرنی پڑتی ہے۔ پھر جس نتیجے سے فیض شروع ہو جائے۔ اس واسطے میں جو کہوں اس پر ضرور عمل کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مصیبتیں دفعہ فرمائے گا۔

عقیدہ و عمل وہی ہو جو اس ناچیز کا ہے۔ تعلیم الدین لازم پڑھا کرنا۔ اعلیٰ کتاب ہے۔ اگر میری مخالفت آئی تو یقیناً نقصان ہوگا۔ بلکہ شیطان لعین فوری قابو کرے گا۔ آگے بھی آپ کے ساتھ شرارت شروع کر چکا ہے۔ یہ لعین آپ کو بندہ پر بدظن کرے گا۔ بس قصہ ختم ہو جائے گا۔ اس لعین کو منور القلوب ہرگز اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ منور القلوب کو دیکھ کر اس لعین کے پیٹ میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس آدمی کو بندہ سے ہر طرح سے جدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب جدا ہوا سب کچھ گیا۔ خدا حافظ۔

نوٹ: علم سلوک میں اول تصحیح۔ عقائد بڑی ضروری ہے۔ جس طرح میں کہوں عقیدہ رکھنا۔

۲ درستی اعمال ضروری یعنی فرائض کی سخت پابندی۔

۳ کبائر گناہ سے دوری ضروری ہے۔

۴ مظالم انسانی سے دور رہنا۔

۵ لوگوں سے اچھا سلوک۔

۶ خیال رکھنا خدا سے ڈرنا جماعت اولیاء اللہ پر دھبہ نہ لگانا بتانا یہ کہ ہم جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہیں اور کام شیطانی ہوں۔ کتنا غضب ہے۔

(۷) دلائل السلوک ۱۹۶۶ء کے شروع میں طبع ہو کر آگئی۔ ۴ مارچ ۱۹۶۶ء کو اس کے بارے لکھا۔

کتاب ذی علم کو دکھانا۔ غیر ذی علم کو دکھانا ایسا ہے جیسے اندھے کے سامنے چراغ جلانا۔ اندھا تو سورج کی روشنی سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور ازلی اندھے کو تو کسی کی روشنی سے فائدہ ہو سکتا ہی نہیں۔ شعر

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

خضر جیسے راہبر سے سکندر کو فائدہ نہ ہوا۔ یعنی جب تک تم کو ہماری حالت حاصل نہ ہو یہ سکوں کا قصہ تو تمہارے سامنے حکایت دکھائی ہی ہوگی۔

عقل اگر داند کہ دل در بندِ زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

اگر عقل کا ڈاکو قلب کے خزانہ پر مطلع ہو سکتا تو یقیناً محبت کے زنجیروں میں پابند ہو جاتا۔ لہٰذا آپ بھی کتاب جس کو خدا تعالیٰ نے عقل دی ہو اسکو دکھانا۔

## قبولیت اعمال کے متعلق لکھا

عزیزم سورۃ نحل کی آخری آیت پر غور کرنا۔

قال تعالیٰ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ جب تک انسان متقی نہ ہو۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔

ترجمہ آیہ اول: اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور ان کے بھی ساتھ ہے جو محسن، احسان کرنے والے ہیں۔

دوم کا ترجمہ: خدا تعالیٰ متقیوں کے اعمال کو ہی قبول کرتا ہے

درجہ احسان أن تعبد اللہ كأنك تراه کہ خدا کی عبادت اس طرح کریں گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور یہ درجہ سوائے اہل اللہ کے حاصل ہی نہیں ہو سکتا۔

## اللہ کا ذکر قلب انسانی میں بحیثیت بادشاہ ہے نیز انبیاء کی بعثت کا مقصد

۷ مئی کو منیر احمد (شیخ بھاٹا راولپنڈی) اور میری تبدیلی ۵۰۲ ورکشاپ راولپنڈی سے کراچی، ایئر کرافٹ ورکشاپ میں ماڑی پور ہوگئی تو ۲ جون ۶۵ء کو آپ نے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا۔

منیر احمد کو ختم قرآن پاک کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ عزیزان

خوب غور سے سن لیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

رسول خدا نے فرمایا کہ میری طرف دنیا کو جمع کرنے اور تاجر بننے کا حکم خدا تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔ میری طرف خدا تعالیٰ نے وحی میں فرمایا ہے۔ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ؛ رب کی عبادت اس وقت تک کر کہ تجھے موت آ جائے۔

یہ جہان دنیا مومن کا وطن نہیں۔ مومن تو ایک راہ چلتا مسافر ہے۔ وہ بڑا بدبخت ہے جو دنیا کو ہی اپنی قیام گاہ بنا لیتا ہے۔ مومن تو دنیا میں آیا کہ جہان جائے اسلام کا تخم قلوب کی زمین پر کاشت کرے اور اللہ کے ذکر سے دل میں چراغ روشن کرے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک مکان میں اندھیرا بھی ہو اور روشنی بھی۔ ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ؛

ایک بدن میں دو دل نہیں۔ دل ایک ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ کی یاد سے آباد ہونا چاہیئے۔ چہ جائیکہ ابلیس کا ڈیرہ بھی اسی دل میں ہو۔ تمام ذکروں کا بادشاہ ذکر الٰہی ہے۔ جس مکان میں یہ ذکر داخل ہو ابلیس کا ڈیرہ وہاں سے ذلیل ہو کر خارج ہوا۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ ؛

جب بادشاہ جس شہر میں داخل ہوں۔ وہاں سے جو عزت والے بیٹھے تھے ان کو ذلیل کر کے نکال دیتے ہیں۔ آپ خیال کر لینا دل میں غیر کی جگہ نہیں دل رب کے لیے ہے۔

## نماز قصر

پنڈی سے چکوال دوران سفر اور گھر پہنچ کر کتنی رکعات ادا کی جائیں تو جواباً آپ نے مارچ ۶۵ کو خط میں فرمایا۔

سفر وطن اصل سے باطل ہو جاتا ہے گھر جا کر چار رکعات پوری پڑھا کریں۔ جب آپ پنڈی سے نکلیں تو شہر سے باہر سفر شروع ہو گیا۔ گھر جانے تک۔ حدود شہر میں جا کر سفر ختم ہو جائے گا وہ تمہارا اصلی وطن ہے۔ پنڈی سے شروع کر کے گھر جانے تک راستہ میں سنت و نوافل چھوڑ دیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر پڑھ لیں تو بھی حرج نہیں۔

## وسوسہ

وسوسہ کے لیے معوذ تین بار۔ آیۃ الکرسی اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھنا وسوسہ نقصان دہ نہیں صرف پریشانی خاطر ہے۔

## انبیاء و صوفیا کی دعوت کا اثر

جون ۱۹۶۵ء کو کراچی ایک نوازش نامہ میں نصیحت کرتے ہوئے لکھا۔

شہر کراچی نہ جانا۔ وہاں تو دنیا کی بے حیائی اور بے پردگی ہے یہ لوگ خدا اور دین سے دور ہو چکے ہیں۔ دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ قیامت کے بالکل منکر ہو چکے ہیں۔ خدا کے بندے خال خال ملتے ہیں۔ نیکوں کے وجود کی بدوں کے لیے ضرورت ہے۔

آپ ابھی بچے ہیں انشاء اللہ آپ کا کام چار دن میں ہو جائیگا۔ غم کی بات نہیں دل سے خدا کو دور نہ کرنا۔ ہر وقت دل میں یاد خدا ہونی چاہیئے۔ جو نسلے اس کو یہی تلقین دیں۔ انبیاء ایک ایک تشریف لائے۔ اولیاء اللہ ایک ایک نے زمین کے تختے الٹے ہلاکو خاں / جہانگیر کو کس نے بدلا۔ خواجہ محمد در بندی نے اور امام ربانی نے۔ خیال کرنا آپ خدا کے ملازم ہیں۔ اور آپ بارگاہ نبوت کے ملازم ہیں۔ یہ تو کوئی کمال نہیں کہ پوری دنیا نیک ہو تو ایک آدمی نیک بن جائے۔

## کسی افسر سے کام ہو تو

۵ ستمبر ۶۶ء کو ایک نوازش نامے میں فرمایا۔

عزیز کسی افسر سے کام لینا ہو تو وضو کر لیں تو بہتر اور یہی اچھا اور افضل ہے۔ پھر درود شریف تین بار پڑھ کر آیۃ ہذا راستہ میں جاتے ہوئے پڑھتے جانا سامنے ہو تو بھی پڑھتے رہنا۔

ولما دخلوا من حیث امرھم ابوھم ما کان یغنی عنھم من اللہ من شیٔ الا حاجۃ فی نفس یعقوب قضٰھا۔ تعداد مقرر نہیں جتنی بار پڑھو

تمام رفقاء میرے روحانی بچے ہیں۔ کیا والدین اپنے بچوں کے لیے دعا نہیں کرتے کہ دینی اور دنیاوی ترقی نصیب ہو۔ دنیا کی وہ ترقی جو سبب ترقی دین ہی بن جائے۔ میرے لیے بھی دعا کرنا کہ میری اس کوشش کو اللہ کامیاب فرما کر ناچیز کو اجر عظیم عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔ جو کہ اصل مقصود ہے۔

17

## منازل سلوک اور شیطان کے حملے

۱۹ اپریل ۶۶ء کو بدین سندھ میں ایک محبت نامہ میں فرمایا۔

سما سو آٹ کا نسخہ لکھ کر عکیوال حافظ عبدالرزاق صاحب کو بھیج دیا ہے۔ عزیزم شیر علی کے حالات اچھے نظر آتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کیسا ابلیس کو سخت عداوت ہے۔ ان سے کہنا کہ اتباع شریعت پر زبردست قائم رہنا۔ سلوک و ترقی درجات اور منازل سلوک کی دار و مدار دو چیزوں پر ہے۔ اتباع شریعت میں فتور نہ آنے پائے ورنہ ایمان میں فتور آجائے گا۔

دوم خلوص بالشیخ۔ ناچیز سے قلبی خلوص ہو ورنہ مانع فیض ہے ابلیس ان دونوں چیزوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ شریعت میں فتور پیدا کر کے خراب کرتا ہے۔ یا شیخ سے بدظن کرتا ہے۔

اس کے بعد یہ لعین ہر طرح کے حربے استعمال کرتا ہے خصوصاً اس کو منورالقلوب لوگوں سے سخت عداوت ہوتی ہے۔

اس کی جگہ قیام، وسوسہ قلب ہے۔ اس کو بوجہ نور کے اب دور رہنا پڑتا ہے۔ چور کی چوری کا موقع کم ہو گیا۔ گھر میں چونکہ روشنی موجود ہے۔ ذکر اللہ شروع، گھر کا مالک بیدار تو اس لعین کو دور تو رہنا پڑے گا۔ خیال کرنا اس لعین نے کئی اولیاء اللہ کو اس دنیا سے ایمان سے خالی کر کے بھیجا ہے۔ کئی ایک کو یہاں قرب الہی سے گرایا ہے۔ میں تنبیہ کر رہا ہوں ۳۱ سال سے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اب خدا کی مدد سے کچھ کم ہوا ہے۔ والسلام

الداعی الخیر۔ ناچیز

اللہ یار خاں

## اہل اللہ کی صحبت کے اثرات

۲۶ جنوری ۶۷ء کو کراچی علی قدر کو ایک خط میں فرمایا۔

آپ کو غائبانہ بیعت کی صورت میں حلقہ میں داخل کر لیا ہے اب آپ ذکر میں انشاءاللہ اچھا کام ہو گا۔ نماز کی سختی سے پابندی کریں۔ نوافل تک نہ چھوڑیں۔ زبان کو جھوٹ اور برائی بیان کرنے سے بچائیں، کانوں کو حرام آواز سننے سے بچائیں۔ ایسا ہی آنکھوں کو بھی بچائیں۔

عزیزمی اگر انسان اپنے نفس و ذات کو پہچان لے تو پھر رب کو بھی پہچان لیتا ہے۔ انسان سوچے تو کہ میں اس مٹی سے پیدا ہوا ہوں جس پر دنیا بول و براز کرتی ہے۔ نطفہ سے جو پلید ہے۔ پھر سوچے کہ ان چیزوں سے میں کیسے انسان بنا اور رب نے کس طرح بنایا ہے۔

اس وقت دنیا خدا سے دور ہو چکی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی تعلق توڑ چکی ہے۔ قیامت کا سختی سے انکار ہے ہر سو الحاد طوفان کی طرح پھیل رہی ہے۔ اس وقت وہی لوگ بچیں گے جو کسی خاص خدا کے بندے کے دامن سے وابستہ ہوں گے۔ جیسے چکی میں آٹا پسنے کے وقت وہی دانا بچ جاتا ہے جو کلی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ بہرحال اتباع شریعت و اتباع سنت رسول کا ہر وقت خیال رکھنا۔

یاد رکھیں ہم مدعی تصوف و سلوک اور وابستہ اہل اللہ اولیاء کے ہیں۔ خدا کے واسطے وہ کام نہ کرنا جس سے وہ مقدس جماعت بدنام ہو۔ ہم کو پیری مریدی کی ضرورت نہیں ہے آپ صحیح مسلمان ٹھیک نقش قدم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے والے بنیں۔ حتیٰ کہ دنیا تم کو دیکھ کر بول اٹھے کہ مسلمان ایسا ہونا چاہیئے۔ اور ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ہم کو بھی زندہ دل لوگوں کی ضرورت ہے:

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

عزیزم زندہ دل اور منور دل پیدا کرو۔ خدا والے بن جاؤ۔

تم خدا والے بن جاؤ دنیا تمہاری بن جائے گی۔ ورنہ خدا کو پرواہ نہ ہو گی کہ وادی میں ہلاک ہو رہے ہیں۔ عزیزم حافظ غلام قادر صاحب شیعہ کو داخل حلقہ نہ کرنا۔ جب تک سنی نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس عزیب کی محنت ضائع ہو گی۔

عزیزان حلقہ کو اسلام علیکم عرض کرنا۔ بعدہٗ تاکید نماز کرنا اور اتباع شریعت کی تلقین۔ یاد رکھنا مجلس میں تمام رفقاء کو اسلام کی کوئی نہ کوئی بات پہنچایا کرنا۔ یہی حق ہے۔ الدین النصیحۃ۔ والسلام۔

## قحط الرجال

ملیر کراچی۔ ورکشاپ کے ایک لڑکے تاج کمال کو ۳۰ دسمبر ۶۷ء کو تحریر فرمایا۔

عزیزم خوب سمجھ لیں دور حاضر میں طبیب قلوب ختم ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے اعمال قلبیہ کا انکار ہو گیا ہے دور حاضر میں قحط الرجال ہے۔ یہ چیز بغیر عاجز کے سمندروں سے اس طرح جناب کو نہ ملے گی۔

## چار سلسلے برحق ہیں

۱۱ فروری ۶۷ء کو تحریر فرمایا۔

عزیزم جس طرح چار مذاہب برحق ہیں چار سلسلے بھی برحق ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی مدار ہی چار مذاہب و چاروں سلاسل پر ہے۔

## شیطانی وساوس اور ذکر الٰہی (لطائف) کے اثرات

۲۵ نومبر ۶۵ء کو ایک خط میں تحریر فرمایا۔

اب تو تہیہ کر لیا ہے کہ مراقبات تین سال بعد کروائے جائیں اور یا زیادہ ہی کروائے جائیں کیونکہ لطائف میں طاقت نہ ہونے کی وجہ سے قلب پورا منور نہیں ہوتا۔ اور شیطان سخت حملہ کر کے اپنے وسوسہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ قلب میں قوت مدافعت نہیں ہوتی کہ وساوس کو رفع کرے۔ بلکہ یہ وسوسہ مضبوط ہو کر سبب فتنہ بنتا ہے الٹا شیخ اور ذکر الٰہی سے عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وسوسہ کو مریض قلب، قلب قاسی فوراً قبول کر لیتا ہے۔ کیونکہ قلب مریض میں پہلے سے ہی اضطراب اور قلق تو موجود ہوتی ہے۔ اس کو اطمینان تو ہوتا نہیں۔ اطمینان تو جب آئے گا جبکہ مرض دور ہو جائے اور یہ قلب سلیم بن جائے۔

قال تعالیٰ۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ:

جب قلب، قلب سلیم ہو جائے تو پھر قوت مدافعانہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے پھر اطمینان قلب نصیب ہو جاتا ہے۔ اور اطمینان بغیر ذکر الٰہی کے پیدا نہیں ہوتا۔

قال تعالیٰ۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ:۔

خبردار!! اللہ کے ذکر سے ہی دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے

## شیطانی وساوس کا بے اثر ہونا

شیطان کا راستہ اس وقت بند ہو جاتا ہے جب قلب مثل آسمان کے ہو جائے۔ اس میں ذکر الٰہی مثل ستاروں کے ہو جائے۔ تو اس وقت ذکر الٰہی کے ستارے ابلیس لعین کو آسمان کے قریب تک نہیں جانے دیتے اور یہ ستارے اذکار الٰہی ہیں۔

قال تعالیٰ: ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیاطین:۔

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق ہم نے دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ہے۔ اور ہم نے اس کو شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے

ورنہ تو شیطان منور القلب انسان کو نہیں دیکھ سکتا۔

قال تعالیٰ:۔ لیجعل ما یلقی الشیطان فتنۃ للذین فی قلوبھم مرض والقاسیۃ قلوبھم وان الظالمین لفی شقاق بعید:۔

ترجمہ:۔ شیطان کا القا شدہ چیز یعنی وسوسہ کو ان لوگوں کے لیے فتنہ بنا دے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم بڑی مخالفت میں ہیں۔

اس آیۃ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مریض قلب وسوسہ شیطان کو قبول کر کے احکام خداوندی اور ذکر الٰہی کو فتنہ یعنی موذی بنا دیتا ہے۔ الٹا ضد اور مخالفت پیدا کرتا ہے۔

## مرض دو قسم کے ہیں

(۱) شک نفاق۔ بدعات کفر وغیرہ

دوم مرض خواہشات؛ حب دنیا، حب جاہ، حب زاد وغیرہ اور ایسے ہی عدم ذکر قلب میں ہو۔

قال تعالیٰ: فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ۔

ان دلوں کے لیے خرابی ہے جو ذکر اللہ سے قاسی ہو چکے ہیں۔ اور حرام کھانے سے دل قاسی بن جاتا ہے۔ اس میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ظلمت کو دور کرنے کے لیے ایک ہی دوا ہے "ذکر الٰہی"

جس طرح بدن انسانی بیمار ہو جاتا ہے اور طبیب کی دوا سے اخلاط ردیہ ضائع کئے جاتے ہیں اور بدن میں صحت آ جاتی ہے۔ یہی حال روح یعنی قلب کا ہے۔ روح کی صالح غذا وہ چیز ہے جو انبیاء علیہم السلام نے بذریعہ وحی آسمانی حاصل کی۔ یعنی شریعت اور صالح ذکر الٰہی۔ حرام کھانے سے جو ظلمت پیدا ہو جاتی ہے وہ ذکر الٰہی سے رفع ہو جاتی ہے کیونکہ خبیث اور طیب برابر نہیں۔

قال تعالیٰ: قل لا یستوی الخبیث والطیب: خبیث اور طیب برابر نہیں ہوتے اور ان الحسنات یذھبن السیات ترجمہ:۔ نیکیاں بدیوں کو ضائع کر دیتی ہیں۔ اور قطعی حرام کھانے سے دل قاسی ہو جاتا ہے۔ اگر شیخ اپنی قوت سے کوشش بھی کرے تو انوار کبھی نہ ہونگے۔ جبتک حرام سے باز نہ آیا جائے۔ دل بعد مدت کے پھر وسوسہ قبول کر کے اصل کی طرف عود کر جائے گا۔

یہ تفصیل میں نے اس لیے دی کہ لطائف کے استحکام کی پوری کوشش کی جائے۔ کافی وقت لگایا جائے۔ کہ انوار راسخ ہو جائیں۔ تاکہ ابلیس پورا قابو نہ پا سکے۔ کم از کم تین سال لطائف پر لگائے جائیں۔

اس خط کی نقول چیدہ چیدہ رفقار کو دے دی جائیں اور اس پر عمل کیا جائے۔

نوٹ: جس کو حلقہ میں داخل کریں تو دو امر کی سخت پابندی کی تاکید کریں۔

اول: اتباع شریعت۔

دوم: خلوص اور محبت اعتقادی اور دلی محبت شیخ سے ورنہ فیض محال ہے۔

## مرشد کامل کی ضرورت اور نشانی

۱۹ مارچ ۷۶ء کو انٹی ایئر کرافٹ ورکشاپ ملیر کینٹ میں نائب صوبیدار محمد اکبر کو ایک خط میں فرمایا!

آپ خوب جان لیں۔ دنیا ہمارا اصلی وطن نہیں ہے۔ اگر اصلی وطن ہوتا تو پھر ہم اسکو نہ چھوڑتے۔ جس طرح کراچی آپ کا سفری وطن ہے نہ کہ اصلی وطن۔ یہی حال ہمارے دنیا میں قیام کا ہے۔ اصل وطن ہمارا آخرت ہے۔ جنت یا دوزخ۔ اور آخرت میں دو محل قیام گاہ ہیں۔ دنیا سے سفر کر کے قیامت تک جانا جنگلات اور صحرائے اعظم ہیں۔ پہاڑ حائل ہیں۔ اس تمام سفر کو بغیر زاد راہ سفر کے طے کرنا محال ہے۔ اس راستے کے زاد راہ یعنی خرچ اعمال صالح، ورع تقویٰ ہیں۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ کسی راستہ کا علم حاصل کرنا بغیر راہبر کے محال ہے۔ اور رہبر شیخ مرشد کامل ہے۔ کامل ہوتا ہے جس کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کا صحیح علم موجود ہو۔ صرف ظاہری علم نہیں بلکہ اس کا دل اللہ کے نور سے منور ہے۔ اور علم کا ماہر بھی ہو۔ اور ایسا شخص ملنا محال ہے۔ لہٰذا اب آپ کو جو ملا ہے۔ اللہ کا شکر کریں۔ دو امور کا خاص خیال رکھیں۔

اول: اتباع شریعت۔ دوم: ناچیز کا دامن خلوص سے پکڑیں۔

نوٹ: حافظ غلام قادری سے کہیں کہ آدمی حلقہ میں لے لیا کریں میں صرف لطائف کرانے کی اجازت دیتا ہوں۔

## ۲۵ دوست کون لوگ ہیں

۲۶ مارچ ۷۷ء کراچی مرید الحسن کو ایک شفقت نامے میں فرمایا۔

بدکاروں کی مجلس سے کنارہ کش رہنا۔ بدکاروں کی مجلس آج کل سخت زہریلا اثر رکھتی ہے۔ خاصکر نوجوانوں کے لیے۔ دور ظلمت و گمراہی ہے۔ آئے دن گمراہی سیلاب کی طرح آرہی ہے اس میں نجات بغیر کشتی ہدایت کے مشکل ہے۔ اس سیلاب میں علماء و فقراء بھی تباہ ہو گئے ہیں۔ علماء کے اندرونی حالات بدتر ہو چکے ہیں۔ ان کا ظاہر اور ہے باطن اور۔ سخت بدکار دنیادار ہو چکے ہیں۔

میں نے تم کو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کا راستہ دکھایا ہے۔ انعمت علیہم سے مراد انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کی جماعت ہے۔ بیٹا! ہر راہ پر چلنے والے کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے صراط مستقیم انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحائے امت کا راستہ ہے یہی تمہارے پیشوا ہیں۔ اولٰئک حسن رفیقا۔ یہی صحیح رفقاء دوست ہیں۔ دوست بھی وہی ہونا چاہیئے جو اللہ اور رسول کا بھی دوست ہو نہ کہ خدا اور رسول کا دشمن۔ خدا اور رسول کا دشمن دوسروں کا کب دوست ہو گا۔

برائے خدا! اپنے نفس کو برائیاں لگا کر تباہ نہ کر دینا۔ خدا کے بندے بن جاؤ۔ اللہ والوں کے دامن مضبوطی سے تھام لو۔

## رزق حرام کے اثرات اور اس کا علاج

۲۲ جنوری ۷۶ء کراچی بنام مرید الحسن۔

کہیں بلاواسطہ اور کہیں بالواسطہ سود پر تنخواہ میں موجود ہے سخت تنگی ہو تو چند روز کے لیے بالواسطہ والی نوکری اختیار کر لو۔ لیکن دوسری کی تلاش جاری رکھو۔ سکول و کالج کی تنخواہ بھی سود سے آتی ہے لیکن بالواسطہ جبکہ بینک کی بلاواسطہ ہے۔

جونہی دوسری نوکری مل جائے فوراً ایسی کو ترک کر دیں۔ خواہ دوسری میں تنخواہ کم ہی ہو۔

رزق حلال گو ملتا تو نہیں مگر بیٹا تلاش ضروری ہے گوشت بدن غذا سے پیدا ہوتا ہے جب غذا حرام ہو تو سوچیں۔ حرام

گوشت جہنم کا ایندھن ہی بنیگا۔ حرام غذا دل کا مرض ہے اور بدن کی بیماری ہے۔ اس کا علاج اللہ کا ذکر ہے کہ مرض بڑھ نہ جائے۔ ذکر تو مونس جان ہے۔ تکلیف میں خدا نہ بھول جائے اس پر توکل کر کے بیٹیا کام کریں۔

یک صد بار۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ لیا کرنا اکیس بار اول و آخر درود شریف پڑھ لینا اور کشائش کی دعا طلب کرنا۔

## ۴۸ مومن کا کمال

( حضرت المکرم نے کراچی کا ارادہ فرمایا۔ انتظامات پہلی مرتبہ خلاصے منسلک تھے۔ ڈنڈوٹ کے محمد ایوب ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے خوب بھاگ دوڑ کر کے تمام بندوبست مکمل کئے۔ ان کے بڑے بھائی بھی کراچی میں ملازم تھے۔ ان سے خصوصی مدد لی اور بہتر انتظام کروایا۔ بعد میں کمیشن حاصل کر کے بلوچ رجمنٹ میں میجر کے عہدے پر فائز رہے۔ لیکن عرصہ ہوا کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ اللہ انہیں نیکی پہ قائم رکھے اور خاتمہ بالایمان ہو۔ آمین بڑے جذبے اور ایثار کے مالک )

۲۳، اپریل ۹۰ء کو انہیں حضرت المکرم نے تحریر فرمایا۔

لاٹری اور انعامی بانڈ کی مفصل صورت تحریر کریں جبھی جواب دے سکوں گا۔ لاٹری کی یہ صورت حرام ہے۔

حیلہ بازی اور چیز ہے۔ مسلمان حیلہ باز نہیں ہوتا۔

قطر اور کویت سے فی الحال کتابوں کی ضرورت نہیں۔

عزیزم! سخت الحادی دور ہے بے دینی عام ہے۔ یہ دنیا پوری طرح زیب و زینت سے آراستہ ہو کر نوجوان خوبصورت لڑکی کی طرح سامنے آچکی ہے۔ مرد وہی ہے جس نے اس کو تین طلاق دے دیں۔ اور خدا کا بندہ بن گیا۔ عزیزم یہ تو کمال نہیں کہ تمام دنیا دیندار ہو تو آپ بھی نیک و صالح بن جائیں۔

کمال تو یہ ہے کہ اس گمراہی کے طوفان بدتمیزی میں نیک بن جاؤ۔

## صوفیائے کرام کی ڈیوٹی

۳۰، مئی ۲۹ء بخدمت عزیزم محمد نواز صاحب۔

السلام علیکم! گرامی نامہ ملا کاشف حال ہوا۔ یادآوری کا شکریہ یاد رکھنا وقت سخت نازک ہے۔ مخلوق خدا سے دور ہو چکی ہے۔ اور رب خدا سے روحانی تعلق توڑ چکی ہے۔ اخروی مواخذہ کی قائل نہیں رہی۔ حرام و حلال کی قائل نہیں رہی۔

بیٹا! ہمیشہ سے سنت الٰہی اسی طرح چلی آتی ہے کہ جب سخت بے دینی دنیا میں پھیل جاتی ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ جماعت انبیاء مبعوث فرماتے ہیں۔ لیکن سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے۔ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ سوائے سابقہ نبی حضرت عیسٰیؑ کے۔ اس واسطے خدا تعالیٰ وقتاً فوقتاً صوفیاء، عارفین اولیاء اللہ کی جماعت سے کسی نہ کسی کو منتخب فرماتے ہیں۔ کہ جو مخلوق خدا سے دور ہو گئی اس کو شیطان کے چنگل سے نجات دلا کر خدا رسیدہ بنائیں۔

عزیزم! میں پیری مریدی کے لیے نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ میری ڈیوٹی یہی ہے کہ جو کام کر رہا ہوں۔ آپ بھی محبوب رب العالمین کی جماعت میں داخل ہو کر ایک فرد بن گئے۔ آپ کا بھی اور ہر رفیق حلقہ کا فرض ہے کہ خدا کے بندوں کو تلقین کریں۔ ذکر الٰہی میں مشغول بنا دیں۔ نمازی بن جائے۔ متبع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بن جائے۔

آپ کو خدا تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ آگے چلو گے تو رنگ دیکھو گے۔ آپ جس طرح ظاہری فوج میں ملازم ہیں۔ اسی طرح کوشش کریں باطنی حکومت کے بھی فرد بن جائیں۔ پوری کوشش کرنا۔ مولوی صاحب (عبدالکریم ۳۴ لائیٹ) کو السلام علیکم عرض کرنا۔ کوئٹہ میں بڑی کامیابی ہوئی۔ علماء کی جماعت بفضل تعالیٰ داخل حلقہ ہوئی۔ درستی عقائد و اعمال کی کرنا۔

والسلام مع الاکرام

اللہ یار خاں۔

## ۴۵ وساوس شیطانی اور ان کے اثرات

۹، نومبر ۶۹ء کو صوبیدار محمد نواز صاحب کو کراچی ایک خط میں لکھا۔

جناب نے وساوس کی شکایت کی ہے۔ عزیزم بار بار ایک ہی بات نہیں لکھی جاتی خوب سمجھ لو وسوسے سے نہ نقصان ولایت ہے نہ نقصان کمال۔ بس ولایت اور وسوسہ میں کوئی منافات نہیں وسوسہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ اور ولایت بھی قائم رہتی ہے۔

حضرت آدمؑ کو وسوسہ ہوا جو اللہ کے نبی تھے۔ وسوسہ صرف پریشانی قلبی ہے۔ دوسرا جس گھر میں خزانہ نہ ہو اس گھر میں کیڑے بھی داخل نہیں ہوتے۔ وسوسہ صاحب خزانہ کو ہوتا ہے۔ ہمیشہ چور اور ڈاکو وہاں ہی چوری اور ڈاکہ ڈالتا ہے۔ جہاں مال ہوتا ہے۔ جب لطائف میں انوار پیدا ہوتے ہیں انوار کا خزانہ پیدا ہوا۔ تو ابلیس ملعون جو چور اور ڈاکو ہے اس کے پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے

کہ میں اس مکان میں نقب زنی کر کے مال نکالوں۔ انوار لطائف سے اول باطن میں اندھیرا تھا اور ابلیس پھر خوب حیلہ کرتا رہتا تھا اب انوار الٰہی کی روشنی پیدا ہو گئی۔ ذکر الٰہی کے نور سے پھر لطائف کے ذکر اللہ اللہ کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ اب چور پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تو وہ ہر طرح کے حیلہ سے کام لیتا ہے۔ جس سالک نے سمجھ لیا کہ یہ میرا دشمن ہے یہ ہم سے لوٹنا چاہتا ہے تو پھر وسوسہ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ذکر پر ڈٹا رہتا ہے۔ صوفیاء و عارفین کی جماعت ۵۰۰ھ کے آخر سے شروع ہو کر ۱۰۰۰ھ کے آخر تک کافی تعداد میں ہر طرف رہی۔ ان کا زور تھا صلحاء امت کی جماعت حد سے زائد تھی ۔۔ ۳ھ تک تبع تابعین کی جماعت کے شاگرد موجود تھے اور پھر ان کے خاتمے پر یہ جماعت اولیاء اللہ کی رب العالمین نے پیدا کی۔ کثرت سے عالم برزخ میں جن کاملین سے ملاقات ہوتی ہے اکثر ۵۰۰ھ سے ۱۰۰۰ھ تک کے مابین ملتے ہیں ہم نے بھی جن سے فیض حاصل کیا ہے وہ بھی اس زمانے کے ہیں۔ پھر ۱۰۰۰ھ کے بعد بہت کم رہ گئے پھر چودھویں میں تو خدا ہی حافظ ہے۔ صرف دکاندار ہی رہ گئے ہیں۔ دکاندار صوفیاء تو بے حد ہیں۔ جو رنگ تما رنگ فروش ہیں رنگ ساز کوئی نہیں۔ ہاں یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ زمین کو خالی نہ چھوڑے گا۔ یہ حضرات ایک یا دو یا کئی زمین پر رہتے ہیں ان تمام نیچے والوں طبقوں کو کسی وقت جس طرح بارش رحمت برستی ہے اسی طرح تجلیات باری کی رحمت برستی ہے۔ جس کامل بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہتا ہے۔ ان کی حالت جس طرح انبیاء علیہ السلام کی ہوتی ہے۔ کوئی اولوالعزم کوئی رسول کوئی صرف نبی۔ اولوالعزم رسول صدیوں کے بعد پیدا ہوئے۔ رسول بھی دیر بعد پیدا ہوئے۔ انبیاء علیہ السلام ہر زمانے میں آتے رہتے ہیں۔ ان کے خاتمے پر جب رسول خدا کی بعثت سے ختم ہوا تو پھر ہر قسم کی نبوت ختم ہو گئی۔ اور وصال رسول کے بعد زمین نے بحث رد کی جیسا کہ قاضی عیاض کی شفاء فی حقوق المصطفیٰ اور اس کی شرح ملا علی قاری میں شرح ہیں ہے۔ اور نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی میں مذکور ہے کہ زمین کو رب العالمین نے تسلی دی کہ میں زمین پر صدیق پیدا کروں گا اور قطب وحدت پیدا کروں گا۔ تمہارے شیخ کا منصب بھی قطب وحدت ہے۔ اور افراد پیدا کروں گا۔ قیوم اور قطب پیدا کروں گا۔ کوئی قطب ارشاد ہو گا کوئی قطب مدار ہو گا۔ کوئی قطب الاقطاب ہو گا۔ کوئی قطب ابدال ہو گا۔ اور ابدال بھی ہوں گے جو قطب ابدال کے سپاہی ہوں گے۔ ان سے زمین کو خالی نہ چھوڑوں گا یہ حضرات جو ہیں ان تمام نیچے والے طبقوں کو بھی فیوضات سب اونچی ہستی سے ملتے ہیں اور صدیق ہو۔ تو جو آج موجود نہیں۔ صدیق سے نیچے جاتا ہے۔ اگر قطب وحدت موجود ہو تو تمام کو اس سے فیض ملتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر افراد کی وجہ سے ملتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو قیوم کی وجہ سے ملتا ہے۔ اگر قیوم نہ ہو تو غوث کی وجہ سے قیوم اور افراد۔ قطب وحدت اور صدیق یہ کہیں کہیں صدیوں بعد خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ یہ اولوالعزموں کے نائب ہیں۔ باقی رہا آپ اپنے اپنے کاروبار میں باوجود مشغول ہونے کے روزی حلال کماتے اور بدکار لوگوں کی مجالس میں رہ کر گانے بجانے سن کر نظر کو حرام کا مرتکب بنا کر پھر بھی اس جماعت کے فرد ہیں۔ اور ذکر کے انوار سلب نہیں ہوتے یہ بھی تمہارے شیخ کی قوت روحانی کی برکت ہے اور خدا کی مہربانی ہے ورنہ کہاں تم ملازمت بیٹھے اور کہاں یہ نازک چیز۔ بیٹا خدا کا شکر ادا کریں۔ اپنی استقامت کی دعا کریں اور اپنے رفقاء کو یہ خط سنانا پورا مضمون حافظ غلام قادری سنا دیں گے۔ مگر خاص خاص رفقاء کو صرف۔

والسلام

## دینی خدمات پر حضرت کے تاثرات

میرے محبوب روحانی بیٹے حافظ غلام قادری صاحب

السلام علیکم، کوئٹہ سے محمد صادق کے لفافے میں آپ کا خط مل گیا۔ بیٹا ان آپ کی قربانی اور خلوص کا اور خدمت رفقاء اور بندہ اس کا حق ادا نہیں کر سکتا اس کی جزاء آپ کو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ آپ کی اس خدمت نے اور خلوص نے جو بندہ کے دل پر اثر چھوڑا وہ خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے اور بندہ ناچیز جانتا ہے یہ نمونہ تو سابقہ شاگردوں میں ہے۔ بیٹا دنیا فانی ہے اس سے کوچ کرنا ایسا وعدہ ہے جو یقینی پورا ہو گا۔ چونکہ موت ایک ایسا پیالہ شفاف جس کو ہر نفس نے نوش کرنا ہے یہ دار نفاق اور شقاق اور فساد کا یہ وطن عبور اور فراق ہے آخر اس کی موت اور قبور ہے اول اس کا ضعف اور فتور ہے آخر لباس انسان کفن ہے۔ اس پر اعتماد چھوڑنا اور گمراہی ہے اس سے خلاصی اور آخرت کی طرف جانا بغیر شرع متین کے نہیں ہے۔

باقی رہا کھانا کھانا تو عزیزم جو خدمت رفقاء کی اور میری جناب نے خلوص اور مشقت سے کی ہے اس کا بدلہ آپ کو خدا تعالیٰ ہی عنایت فرمائیں گے اور اس خدمت و عزت خلوص

باقی جو میرے دل میں ہے وہ خدا ہی جانتا ہے آپ کی اس بے لوث قربانی کا بدلہ آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائیں اور دنیا میں سرخرو رکھیں اور شاد رکھیں۔ آمین

والسلام مع الاکرام

اللہ یار خان

نوٹ:۔ علم دین کی طرف توجہ لازمی مبذول فرمانا بغیر اس کے ترقی منازل کم ہوتی ہے پھر راستہ پُر خطر ہے بغیر اس علم کے اس سمندر میں راہ کی تلاش مشکل ہو جاتی ہے عالم امر اور عالم حیرت میں زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں۔

## مسائل اسقاط، حقیقہ اور اجرت کلام پاک

۳۰ اگست ۱۹۶۸ء کو نیوی کے ایک افسر کو شفقت نامہ میں درج ذیل مسائل لکھے۔

بخدمت عزیزم صوفی محمد دین صاحب السلام علیکم!

گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا۔ استغراقات! بسم اللہ ۷۸۶ بار پڑھنا غیر کو اجازت آپ کی اجازت سے فائدہ کم ہوگا تعزیت میت کی موت پر اچھا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون لکھا جائے اگر رنج وغم لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے باقی اسقاط کی قبرستان پہ یہ شرعاً کوئی چیز نہیں۔ جیسا آج عوام الناس کرتے ہیں۔ ختم قرآن ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں میت کو ثواب پہنچتا ہے بشرطیکہ اجرت پر نہ ہو اگر اجرت دے کر ختم کیا جائے تو پھر نہ قاری قرآن کو ثواب ملتا ہے نہ میت کو بخش سکتا ہے اس کا عام رواج ہے یہ اہل بدعت

ثواب بخشنے کا اعلیٰ طریقہ خود قرآن پڑھیں اور ثواب میت کو بخشیں یا صدقہ غربا کو دو۔ ثواب میت کو بخشیں ثواب نوافل کا بھی پہنچتا ہے نوافل۔ قرآن اسی طرح پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو بخشیں سب جائز ہے۔ باقی رہا مسئلہ حقیقے کا، تو بچوں کا حقیقہ قربانی کے وجود سے پہلے سنت تھا۔ جب سے قربانی واجب ہوئی۔ تو اس کی سنت ختم ہو گئی۔ اب صدقہ ہے اگر کوئی امیر آدمی کر دے نہ کہ غریب، غریب تو خود مستحق صدقہ ہے نہ کہ خود صدقہ دے گا۔ باقی نماز کی سخت تاکید کی جاتی ہے اور اتباع شریعت و اتباع سنت کی پوری پابندی کریں وقت نازک ہے۔


داخلہ برائے آٹھویں جماعت

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان چکوال

تحریری امتحان - 16 فروری 1995ء
وقت - دو بجے دوپہر

انٹرویو

انٹرویو - 17 فروری 1995ء
وقت - دس بجے صبح

امیدوار اگر 15 فروری نمازِ عشاء تک پہنچ جائیں تو اُن کے رات قیام کا بندوبست ہوگا۔ البتہ سردی کا بستر اپنا ضرور لیتے آئیں۔

پرنسپل صقارہ اکیڈمی

## اس نعمت کا کوئی طلبگار بھی تو ہو!

۸ جولائی ۶۸ء کراچی میں دو مولوی صاحبان کے حلقہ میں داخل ہونے پر آپ نے تحریر فرمایا۔

دو مولوی صاحبان جو داخل حلقہ ہوئے ہیں اُن کو اسلام علیکم عرض کرنا اور میرا انتظار فرمانا جو وہ مانگیں گے وہ دیا جائیگا، انشاء اللہ، کاش کہ ہم تو بُلا کے دیتے ہیں مگر کوئی لینے والا نہیں۔ لینے والے تیار کریں ہم تیار ہیں۔ کاش، اس عظیم نعمت کا کوئی طلبگار بھی ہوتا۔

## اسلام اور ایمان، اسلام کے دو درجے

۹۵/۱/۲۰

بخدمت عزیزم جناب حافظ غلام قادری صاحب

السلام علیکم

بڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے اتنی دیر کہاں رہے آپکے خط کی انتظار میں دل سخت بے چین تھا تین چار دن ہوئے دورے سے واپس آیا ہوں۔ میرا بدن کمزور ہو رہا ہے بوجہ عمر کے اور جماعت کا کام بہت زیادہ بڑھ رہا ہے۔ پھر ۹۵/۲/۸ کو دورہ پر چلا جاؤں گا۔

اسلام اور ایمان، مسلم اور مومن میں فرق

اسلام کے دو درجے ہیں، درجہ اوّل ایمان سے بہت کم ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ یہ صرف زبانی مان لینا۔ اقرار کرنا بغیر اطمینان قلبی کے۔ درجہ دوم جو ایمان سے بھی افضل ہے کیونکہ ایمان لانے کے بعد پھر تمام احکام کو مان کر ان پر عمل کرنا کما قال تعالیٰ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ میں سمجھتا ہوں اگر عزیزم مرید الحسن پہنچ چکا ہو تو اس کو یہ پیغام دینا کہ الفرق بین الفرق عبدالقاہر بن طاہر بغدادی کی کتاب اور دوسری کتاب ثواب الاعمال ابوالشیخ کی اور تیسری کتاب جواہر المعظم فی زیارت قبر النبی المکرم ابن حجر مکی کی ان تینوں میں سے جو جلد از جلد ملے کتب خانہ والوں کو کہہ کر منگوا دیں۔

باقی تمام رفقاء کو اسلام علیکم قبول باد۔

والسلام مع الاکرام

اللہ یار خان

## حضرت جی منصب اور اولیاء اللہ کے مناصب اور ارواح

حضرت جیؒ نے اہل اللہ کے متعلق تفصیل لکھی اور اپنے منصب کا بھی ذکر کیا اس وقت تک آپ مقام صدیقیت تک نہیں پہنچے تھے۔

اصل بات یہ ہے کہ صوفیہ عازمین کی ۵ صدی ہجری کے آخر میں سے شروع ہو کر ۱۰ صدی ہجری کے اول تک کافی تعداد میں رہی۔ ہر طرف ان کا دور تھا۔ صلحاء امت کی جماعت حد سے زائد تھی اور چار صدی ہجری تک تو تبع تابعین کی جماعت کے شاگرد موجود تھے پھر اُن کے خاتمہ پر یہ جماعت اولیاء کی رب العالمین نے پیدا کی کثرت سے عالم برزخ میں جن کاملین سے ملاقات ہوتی ہے ۵ ہجری سے ۱۰ ہجری تک کے مابین ملتے ہیں۔ ہم نے بھی جن سے فیض حاصل کیا ہے۔ وہ بھی اسی زمانہ کے ہیں۔ پھر ۱۰ ہجری کے بعد بہت کم ہوگئے۔ پھر چودھویں صدی میں تو خدا ہی حافظ۔ صرف رنگ نما رنگ فروش ہیں۔ مگر رنگ ساز نہیں کوئی۔ جس طرح بارش رحمت کی برستی ہے اسی طرح تجلیات باری کی رحمت کا محل بھی یہی لوگ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو وقتاً فوقتاً پیدا کرتا رہتا ہے۔ ان کی حالت بھی مختلف ہوتی ہے جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح کہ کوئی اولوالعزم کوئی رسول کوئی صرف نبی اور اولوالعزم رسول صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اور رسولؑ بھی مدتوں بعد آتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر زمانہ میں آتے رہتے ہیں تو رسول خدا کی بعثت سے انبیاء کا آنا ختم ہوا تو پھر ہر قسم کی نبوت آپ پہ ختم ہوگئی۔

آپ کے وصال کے بعد زمین سخت روئی جیسا کہ قاضی عیاض کی شفاء فی حقوق المصطفیٰ اور اس کی شرح۔ ملا علی القاری شرح بل مکہ میں اور نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی میں مذکور ہے کہ زمین کو رب العالمین نے تسلی دی کہ میں اس میں صدیق پیدا کروں گا۔ قطب وحدت پیدا کروں گا (تمہارے شیخ کا منصب بھی ق ... د ... ہے) اور افراد پیدا کروں گا۔ کوئی قطب ارشاد ہوگا کوئی قطب ابدال ہوگا اور کچھ ابدال بھی ہوں گے۔ جو قطب ابدال کے چپڑاسی ہوں گے ان سے میں زمین کو خالی نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حضرات ایک سے دو کی زمین پر رہے ہیں ان تمام نیچے والے طبقوں کو سب سے اونچی ہستی سے فیض ملتا ہے اگر صدیق ہو تو جو آج موجود نہیں صدیق سے نیچے جاتا ہے۔ اگر قطب وحدت موجود ہو تو تمام کو اُس سے فیض ملتا ہے اگر یہ نہ ہو تو فرد سے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو قیوم

سے ملتا ہے اگر یہ بھی موجود نہ ہو تو پھر غوث کی وجہ سے۔ قیوم اور افراد اور قطب وحدت اور صدیق یہ کہیں کہیں صدیوں بعد خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے یہ اولوالعزم کے نائب ہوتے ہیں۔ باقی رہا اب اپنے اپنے کاروبار میں باوجود مشغول ہونے کے اور روٹی حرام کھانے اور بدکار لوگوں کی مجالس میں رہ کر گاتے بجانے سُن کر نظر کو حرام کا مرتکب بن کر پھر بھی اس جماعت کے فرد ہیں اور ذکر کے انوار سلب نہیں ہوتے اس سیاہ دور میں بھی ذکر و فکر تم کر رہے ہو۔ یہ بھی تمہارے شیخ کی قوتِ روحانی کی برکت واثر ہے اور خدا کی مہربانی ہے ورنہ کہاں تم ملازم اور کہاں یہ نازک چیز۔

بیٹا خدا کا شکر ادا کریں۔ اپنی استقامت کی دعا کریں اور اپنے رفقاء کو بھی بتائیں اور اس نعمت سے آگاہ کریں۔

# حضرتؒ کا خط

۲۲ جولائی

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ

جناب کا گرامی نامہ مل کر کاشف حال ہوا آپ کے خط کے ساتھ عزیزم بشیر صاحب کا خط ملا ہے کوئٹہ کی کاروائی تحریر فرمائی ہے۔ عزیزم میری ایک بات ذہن نشین فرمالیں۔

میں کوئی پیر نہیں ہوں نہ ہی ظاہر بیعت اپنے ہاتھ پر لیتا ہوں میں ایک معلم ہوں۔ تعلیم سلوک اسلامی کی دیتا ہوں جو دنیا سے نابود ہو چکا ہے آپ ایک فوجی افسر ہیں خوب سمجھ سکتے ہیں تعلیم فن کے لئے شرط ہے کہ استاد معلم ماہر فن ہونا چاہیئے نہ کہ مقبول بھی مقبولیت کا علم خدا ہی کو ہے ہم کیا جانیں۔ باقی بیعت میں شافعِ امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت کرتا ہوں اور انا من الرجال لا یشقی جلیسھم میں اُن مردوں سے ہوں انشاء اللہ وبفضل اللہ کہ جس کا جلیس بدبخت نہ رہے گا۔ بشرطیکہ بندہ سے خلوص کے ساتھ تعلق قائم کیا ہو تو۔ عزیزم انسان دنیا میں محض عبادت و معرفت الٰہی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ انسانی تخلیق کا فلسفہ قرآن کریم نے وَ مَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں فرما کر بیان کر دیا ہے انسان کے لئے اولین فرض ہے کہ رضا الٰہی کو تلاش کرے اور ظاہر باطن اپنے ملک کا مطیع بن جائے۔ عزیزم جب تک انسان کا باطن صاف نہ ہو جائے اُس وقت تک ظاہری اطاعت خطرہ میں ہے باطن کی خرابی سے آہستہ آہستہ ظاہر بھی خراب ہو جاتا ہے پھر ظاہری احکام شرعی کے بجا لانے میں تعطل پیدا ہوتا ہے۔ عزیزم جس طرح علوم ظاہر بغیر عالم ظاہر کے حاصل کرنا محال ہے اسی طرح علوم باطن بھی بغیر عالم باطن کے حاصل کرنا محال ہے عزیزم انسان خود ہزاروں چلہ کشی کریں مجاہدہ و ریاضت کرے اور بے خوابی تخلیہ وغیرہ مدت مدید تک کرے شیخ کی ایک توجہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بشرطیکہ شیخ کامل ہو۔ عزیزم کاملین کا وجود الفقار ہو چکا ہوں اور کچے صوفیوں کی دوستی خود تباہ کن ہے پھر عام نہی اور جاہل بھی۔ مولانا جامیؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ؎

مکن با صوفیاں خام یاری ۔۔۔ کہ با خاصان نباشی خام کاری

کہ باللہ دوست آں یار خدائی ۔۔۔ ونش روشن زنور اشنائی

چنیں یارے کہ یابی خاک او شو ۔۔۔ اسیر حلقۂ فتراک او شو

عزیزم ملازمت کا ہونا عیب نہیں بشرطیکہ خدا نہ بھول جاوے قرآن کریم نے بتایا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ

مردانِ خدا کو دنیا کا کوئی کام ذکر خدا سے و نماز سے نہیں روک سکتا۔ عزیزم اگر آپ لوگوں کو خدا تعالیٰ نے استقامت عطا فرمائی اور سلوک کی وہ منزل جسے مقام رضا کہا جاتا ہے طے ہوئی تو اُس وقت آپ خود سمجھ جاؤ گے کہ یکدم باخدا بودن بہ از تختِ سلیمانی۔ عزیزم ایں آں سعادت است کہ حسرت برد براں جویاں تخت و قیصر ملک سکندری۔ عزیزم یہ چیز دنیا سے نابود ہو چکی ہے کوشش کریں اتباع سنت و اتباع شریعت۔

عزیزم ہم تو ضروری کراتے ہیں کہ دربارِ نبویؐ میں سالک کو پہنچا دیں حضور اقدسؐ کے دستِ اقدس میں سالک کا ہاتھ پکڑا دیں اور عرض کر دیں یارسول اللہ یہ آپ کا امتی ہے۔ ہمارا کام تھا۔ آپ کے دربار میں پہنچانا آگے یہ جانیں آپ جانیں۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ سینکڑوں حضوری ہو چکے ہیں۔

عزیزم اس نعمت سے بڑھ کر کوئی دنیا میں نعمت نہیں تمام دنیا کی حکومت اس کے مقابلے میں ہیچ ہے خدا والے بن جائیں خدا آپ کا ہو گا۔

---

## (دعائے مغفرت)

جماعت کے ساتھی محمد یحییٰ خان (گوجرانوالہ) کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

# خوشبو خوشبو

ادارہ

اللہ تعالیٰ نے حق کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس کی رحمت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتا چھوڑ دے۔ چنانچہ ہر دور میں وہ اپنے خاص بندوں کے ذریعے حق کی حمایت اور اصلاحِ خلق کی خدمت لیتا رہا اور صوفیائے کرام نے جس خلوص اور للہیت سے یہ خدمت انجام دی ہے اس کی مثال ملنا مشکل نہیں۔

صوفیائے کرام کے ہاں تعلیم و ارشاد اور تزکیہ و اصلاحِ باطن کا طریقہ القائی اور انعکاسی ہے اور یہ تصوف کا عملی پہلو ہے جس کا انحصار صحبتِ شیخ پر ہے۔

٭

اتباعِ سنت کا حق اللہ والوں نے ادا کیا۔ جنہوں نے نبوت کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا اور تبلیغ و اشاعتِ دین کو تزکیہ نفوس سے کبھی جدا نہ ہونے دیا۔ تمام تر کمالات اور سارے مناصب صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہی حاصل ہوتے ہیں اور تصوف کا اصل سرمایہ اتباعِ سنت ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا اسے اس فن اور اہلِ فن پر تنقید کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلاسفر جنہیں علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ کشف پر آتے ہیں تو اُن کے لئے اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر کوئی راستہ نہیں ملتا کہ ھٰذا طورٌ وراءِ طورِ العقل لایدرک الا باالقوۃ القدسیہ۔

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامت ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے اور آنے والے آئندہ واقعات کی خبر دینے اور اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک نگاہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباعِ سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور

نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف اسلامی ہے۔ ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

☆

تصوف و سلوک القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ کتب تصوف سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ حالات، واردات، کیفیات اور روحانی ترقی کے لئے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز نہیں کیونکہ واضع نے ان کے لئے الفاظ وضع نہیں کئے۔ یہ کمالات شیخ کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جس نے ولایت و معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔ دربار نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک رسائی و سلوک کے مقامات میں سے ایک اہم ترین مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لئے فیض ملتا ہے ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقام رفیع تک رسائی ہی نہیں رکھتا اور پھر بھی سلوک طے کرانے کے لئے بیعت لیتا ہے وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے۔

☆

کتب احادیث میں "حدیث جبریل" کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے۔

"جبریل نے کہا مجھے کہا احسان کے متعلق بتلایئے رسول خدا نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

☆

انبیاء تین اغراض کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں اوّل تصحیح عقائد، دوم تصحیح عقائد۔ دوم تصحیح اعمال، سوم تصحیح اخلاص۔ پس تصحیح عقائد کے فن کے کفیل علمائے اصول ہوتے ہیں۔ اعمال کی تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوتے ہیں اور فن خلوص و احسان کے کفیل صوفیہ کرام ہوتے ہیں۔

کتاب و سنت اجماع صحابہ اور عقلی دلائل سے ثابت ہے کہ روح ایک جسم ہے جو اپنی ماہیت کے لحاظ سے اس محسوس جسم عنصری کے مخالف ہے۔ وہ جسم نورانی، ہلکا، زندہ اور متحرک ہے جو تمام اعضاء بدن میں نفوذ کر جاتا ہے۔ بدن میں اس کا سریان ایسا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی، زیتون میں روغن اور کوئلہ میں آگ کا سریان ہوتا ہے۔ روح کا جسم لطیف ہونا اور اس جسم عنصری کا مخالف ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

"پس جب بدن آدم کو پورا بنا چکوں اور اس میں روح پھونکوں۔"

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی "کہہ دو کہ روح تو میرے رب کے امر سے ہے۔"

اگر اس کی پیدائش کسی مادہ مثلاً پانی، ہوا آگ یا نور سے ہوتی تو اس کا ذکر کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ یہ نور سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

روح عالم امر کی چیز ہے۔ جب عقل انسانی عالم امر کا ادراک کرنے سے قاصر ہے تو عالم امر کی چیزوں کا ادراک کیونکر کر سکتی ہے اس لئے علوم عقلی یا علوم ظاہری سے روح کی معرفت محال ہے، درحقیقت روح کی معرفت کا تعلق دلائل ذوقیہ۔ نور بصیرت یعنی کشف سے ہے اور جب دلائل ظاہریہ، ذوق اور کشف کی تائید کر دیں تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

جہاں تک ذوق اور کشف کا تعلق ہے اس بارے میں صرف محققین اصحاب کشف اور ارباب ذوق کا فیصلہ ہی حجت قرار دیا جا سکتا ہے اور دیا جانا چاہئے۔ محققین صوفیہ کاملین اصحاب کشف کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ جسم لطیف نورانی ہے۔ اس کی شکل اس جسم کی شکل کے عین مطابق ہوتی ہے جس بدن کا وہ روح ہے قد و قامت اور ہیئت میں ہو بہو اس جسم کے مطابق ہوتی ہے۔

روح لطیف ہے نورانی ہے جس بدن میں وہ ہے اسی کی شکل پر ہے بدن سے جدا ہونے کے لئے اس کے لئے جسم مثالی کی ضرورت نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ حیات کسے کہتے ہیں۔ حیات نام ہے حس و حرکت، دیکھنا، سننا، بولنا۔ قوئی ظاہری و باطنی کا موجود ہونا۔ روح دنیا میں بدن کو زندگی بخشتا ہے۔ دنیا میں مادی چیزوں کو سنانے میں مادی آلات کا محتاج ہے نہ کہ اپنی حیات میں مادی بدن کا محتاج ہے بلکہ روح بدن کو حیات بخشتا ہے برزخ میں جا کر روح مادی دنیا کو اپنی آواز نہیں سنا سکتا۔

اس لئے مادی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں۔ مادی کان اس کی بات نہیں سُن سکتے حالانکہ وہ خود بولتا ہے سُنتا ہے اس کے سارے اعضاء ذاتی ہیں، روح خود جسم لطیف، اس کے کان لطیف، اُس کی آواز لطیف، اس کو تمام لطیف چیزیں لیتیں ہیں اس کی آواز سُن لیتی ہیں جیسا ملائکہ قلوب انبیاء، قلوب اولیا لطیف چیزوں کو دیکھنے یا سُننے سنانے میں کسی غیر جسم کے آلات کا محتاج نہیں۔

عالم برزخ، قیامتِ صغریٰ ہے جہاں روح زندہ رہتی ہے اور عالمِ آخرت، قیامت کبریٰ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ "یقیناً آخرت کا گھر ہی تو زندگی ہے۔"

اور ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی کے مقابلے میں اکمل زندگی ہے دنیا اور اُس کی ہر شے کے لئے موت اور فنا ہے مگر آخرت کی زندگی ابدی ہے اس لئے دار آخرت کی ہر شے کیا جزا کیا کل موت سے پاک ہے جب روح کے لئے جزا و سزا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ زندہ ہے کیونکہ مُردہ اور معدوم کے لئے جزا و سزا نہیں اس لئے روح سنتی ہے دیکھتی ہے، بولتی ہے بلکہ اس کی ساری قوتیں اور تمام صلاحیتیں اسی جگہ کامل درجے پر معرضِ اظہار میں آتی ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ یہ ہے کہ برزخ میں روح بالذات معلّق ہے اور بدن تابع روح ہوتا ہے۔

## تہذیب تمدن

ہر تہذیب کی ایک روح ہوتی ہے جو اس کے مظاہر میں جھلک جاتی ہے دراصل یہی وہ چیز ہے جس سے وہ خاص تہذیب پہچانی جاتی ہے یہ تہذیبی روح وہ عقائد و افکار میلانات یا رجحانات ہوتے ہیں جو اس کے رگ و پے میں سما جاتے ہیں اور اس کے خدوخال میں ظاہر ہو کر اس کے تشخص کا تعین کرتے ہیں اسی سے اس تہذیب کی مرکزی اور حقیقی حیثیت و نوعیت کا پتہ چلتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اس کرہ ارض پر بنیادی طور پر دو تہذیبیں دو تمدن یا دو طرزِ حیات ہیں جن میں پوری انسانی آبادی بٹی ہوئی ہے ایک وہ تہذیب و تمدن وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے اور اس کے فرستادہ انبیا و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے متبعین کے طرزِ حیات اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یہی وہ ربانی تہذیب ہے۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے۔ جس پر مقبول بندے گامزن رہتے ہیں اور رہیں گے۔ دوسری وہ تہذیب جو خصوصیات ربانی سے عاری ہے۔

## بے سکونی

آج کی دنیا خالصتاً ایک مادی اور لادینی تمدن کی طرف بڑھتی جا رہی ہے عقل کو دنگ کر دینے والی ترقی اور تہذیب و شائستگی کے باوجود کھوکھلی بے یقینی اور تشکیک کا شکار ہے ایک مسلسل تلاش و جستجو میں حیران و سرگرداں ہے مگر سر رشتۂ مقصود ہاتھ نہیں آ رہا غور کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ گوہر مقصود ہے کیا جس کے لئے انسان کا قلب و ضمیر ایک اضطراب مسلسل کا شکار ہے اور اسی اندرونی اضطراب ہی کے کچھ روپ ایسے ہیں جن سے آج کل کی اعجوبہ پسندی اور اعجوبہ کاری عبارت ہے جب گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا اور قلب و ضمیر کی خلش کم نہیں ہو پاتی روح کی پیاس بجھتی نہیں تو متمدن انسان اپنے علم و تحقیق ہی کی تعبیرات فاسدہ کے سہارے اس آواز کو دبانا چاہتا ہے اور اس داعیہ فطرت کی اہمیت و حقیقت سے انکار کی روش اپنا کر وقتی طور پر اس مسئلہ کی سنگینی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ زندگی کی معنویت سے انکار کر کے اپنے اضطراب کو کم کرنا چاہتا ہے مگر زخم آگہی ہے کہ اور گہرا ہوتا جاتا ہے۔ حقائق فطرت آئے دن بے نقاب ہو رہے ہیں اور علم و تحقیق کی ہر نئی سطح پر ایک نیا شعور ابھرتا دکھائی دیتا ہے زندگی کے نئے نئے رخ سامنے آ رہے ہیں۔

## اضطراب

لیکن کیا کیا جائے انسان کی اس کج بینی اور کج فہمی کا کہ تجربہ و مشاہدہ کے باوصف اس کی گہرائی اور حقیقت پر غور کرنے کی فرصت نہیں پاتا اور ایک آدھ لمحہ کے لئے بھی اپنے خوابِ شیریں سے بیدار نہیں ہونا چاہتا کچھ ایسی صورت ہے کہ اضطراب بڑھتا جاتا ہے ایک انجانے خوف کے مہیب اور طویل سائے پوری انسانیت پر پھیلے جا رہے ہیں مستقبل باوجود انتہائی ترقی تہذیب و شائستگی اور علم و فضل کے حصول و ارتقاء کے باوصف تاریک سے تاریک تر ہوتا جا

وجہ کہیں بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ پریشانی فکر کا سبب ہے اور کہیں موجود آبادی کے ترقی یافتہ ذہن کی ایجادات و اکتشافات اور ایٹمی توانائی کی کرشمہ سازیاں زندگی کے خواب کو پریشان کرتی نظر آتی ہیں انسان اپنے ہاتھوں اپنی تباہی و بربادی کے منصوبے تعمیر بھی کر رہا ہے اور غور بھی کرتا جاتا ہے محسوس بھی کرتا ہے مجبور بھی ہے اور مختار بھی ہے عجیب کشمکش میں گرفتار ہے خود ہی گڑھا کھود رہا ہے اور خود ہی اس میں گرتا جا رہا ہے اس کی گہرائی اور گہرائی بڑھ رہی ہے۔ مگر مداوا ہاتھ نہیں آتا۔

اس دکھی انسان کو اس ڈراؤنے خواب سے جو ہر لمحہ ایک تلخ حقیقت میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے کون نجات دلائے اور اس مصیبت سے کون نکالے جس کے احساس نے اسے باوجود جملہ مرغوبات کے حصول کے پریشان کر رکھا ہے اس کی کیفیت کچھ ایسی ہو رہی ہے کہ لذائذ حیات موجود ہیں مگر تسکین نہیں۔

*

بُرا ہو عقل وخرد کی ان بدمستیوں کا اور علم وتحقیق کی گمراہی کا کہ اپنی آنکھیں بند کئے تہہ بہ تہہ اندھیروں میں سرگرداں ہے اور اپنے اس خوابِ غفلت میں ہی بیداری کے خواب دیکھنے اور اس کی تعبیر پالینے کی فکر میں غلطاں ہے۔

کاش! کوئی اس اونگھتے جاگتے انسان کو اسلام کی نعمتِ لازوال سے آشنا کر دے تاکہ اس کے دکھوں کا مداوا ہو جائے۔

## فلاح کا واحد راستہ

آفتاب حقیقت خاتم النبیین سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین ؐ کی بعثت سے طلوع ہو چکا ہے اس کی روشنی چار سو عالم میں پھیل چکی ہے۔ کھوئی لٹی اور بکھری ہوئی انسانیت کی فلاح اللہ تعالیٰ کے آخری رسول نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے۔

اور قلب وضمیر کی روشنی اسی آفتاب ہدایت کی ضیا پاشیوں سے فیض یاب اور سیراب ہونے سے ہی ممکن ہے یہ دولتِ جاوید اور نعمتِ لازوال یہیں سے ملے گی۔

اور انسانیت کی فلاح و کامرانی کا یہی واحد راستہ ہے۔

## سالانہ اجتماع کے موقعہ پر آپ نے فرمایا

۱:۔ آپ لوگ جو یہاں دُور دور سے آتے ہیں اپنی مصروفیات کو چھوڑ چھاڑ کر یہاں اس انداز سے رہتے ہیں اور اچھی خاصی مشقت برداشت کرتے ہیں تو آخر کیوں؟

اس امر پہ غور کریں کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ یہی نا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ اس کے دین کی سمجھ اور اس پہ عمل کرنا آسان ہو جائے، دل میں خلوص پیدا ہو جائے۔ اب جبکہ آپ یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں تو یاد رکھیں کہ جو چیز بحمداللہ آپ نے یہاں سے حاصل کی ہے اور جو دولت آپ اپنے ساتھ سمیٹ کر لے جا رہے ہیں۔ اسے اللہ کی مخلوق تک پہنچائیں۔ اور خود بھی اس کی حفاظت کریں۔ شیخ کا کام ہے تربیت کرنا اور راہنمائی کرنا۔ اور وہ نعمت جو اللہ نے اسے دی ہے اس کے فیضان سے دلوں کی تشنگی بجھانا۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور پھر دوسروں کو دین کی دعوت دیں اور یہ نعمت لوگوں تک پہنچائیں۔

*

۲:۔ اتباع سنت کا خاص اہتمام کریں۔ نماز کی پابندی کریں۔ نماز خشوع وخضوع اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔ ذکر الٰہی پر مداومت اختیار کریں۔ اس کے بغیر اصلاح احوال مشکل ہے۔

*

۳:۔ ذکر الٰہی پہ مداومت ضروری ہے اس کے بغیر اصلاح کا کوئی طریقہ نہیں۔ جب تک باطن کی اصلاح نہ ہو، ظاہر کی اصلاح بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر ظاہر کی اصلاح کسی قدر ہو بھی جائے تو باطن کی خرابی سے آہستہ آہستہ وہ بھی ضائع ہو جاتی ہے۔

*

۴:۔ سلوک اور منازل سلوک کی اہمیت کا صحیح احساس تو موت کے بعد ہی ہوگا۔ پھر پتہ چلے گا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ دنیا و مافیہا اور یہاں کی دولت و ثروت اور حکومت وغیرہ اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ نعمت کسی کو عطا فرما دے تو پھر یہ ہر چیز سے مستغنی کر دیتی ہے۔

این آں سعادت ہست کہ حسرت برد بر آں
جویائے تختِ قیصر و ملکِ سکندری

٭

۵:۔ منازلِ سلوک جو کہ دراصل منازلِ قرب ہیں۔ ان کا مدار اتباعِ شریعت پر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شیخ مقتداء سے خلوصِ قلبی ہو ورنہ یہ دولت حاصل کرنا محال ہے۔

٭

۶:۔ تصوف تو سارے کا سارا ادب ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ جس شخص سے آپ فیض لینا چاہتے ہیں یا جو آپ کو توجہ دیتا ہے، معمول کراتا ہے۔ اس کا ادب ضروری ہے ورنہ اس راہ میں بغیر ادب و احترام کے فائدہ ممکن نہیں۔ وہ لوگ جو شیخ کی طرف سے معمول کرانے پر مقرر ہیں۔ ان کی حیثیت بڑے بھائی کی سی ہے۔ ان کا احترام ضروری ہے اور انہیں چاہیئے کہ وہ چھوٹے بھائیوں کی تربیت کریں اور ان سے شفقت و محبت کا سلوک کریں۔ لیکن یاد رہے کہ ادب، اطاعت و احترام اتباعِ شریعت کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہو تو پھر لا طاعۃ المخلوق فی معصیۃ الخالق۔

٭

۷:۔ لطائف، مراقبات، سالک المجذوبی اور منازل یہ سب عبادات میں داخل ہیں۔ ان کی اہمیت کا صحیح علم تو مرنے کے بعد ہوگا۔ اس کے بعد لسانی اذکار ہیں تو قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ ذکر نفی اثبات لا الہ الا اللہ کی کثرت کریں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجیں استغفار پڑھیں۔ کم از کم ایک تسبیح کی مقدار دن رات میں ضرور پوری کریں۔ رات سونے سے پہلے دس مرتبہ یا بیس مرتبہ لا الہ الا اللہ ضرور پڑھیں۔ سورہ اخلاص پڑھیں۔

٭

۸:۔ اگر کسی شخص کو تنگدستی ہو تو میری طرف سے تمام جماعت کو اجازت ہے کہ اول آخر درود شریف اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پانچ تسبیح پڑھیں انشاء اللہ کچھ مدت کے بعد یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

٭

۹:۔ جب ذکر الٰہی دل میں سما جاتا ہے تو اس کی اصلاح شروع ہو جاتی ہے اس سے پیشتر جن خواہشات، عقائد اور مرغوبات نے ڈیرہ جما رکھا تھا۔ ذکر الٰہی انہیں وہاں سے نکال باہر پھینک دیتا ہے۔ شرک، تکبر، انانیت اور دوسری خباثتیں بالآخر وہاں سے نکل جاتی ہیں۔

مختلف ملکوں سے میرے پاس خطوط آتے رہتے ہیں جن میں تصوف و سلوک کے متعلق استفسارات ہوتے رہتے ہیں۔ جن کے جواب میں میں اکثر یہی لکھتا ہوں کہ "اگر کوئی شخص خلوص دل سے میرے پاس آئے اور آداب و شرائط کے ساتھ رہے اور پھر بھی اسے سلوک حاصل نہ ہو سکے تو سمجھ لے کہ اس میں اس کے حصول کی استعداد ہی نہیں ہے۔ تمام دنیا میں پھر پھرا کے دیکھ لے یہ چیز کہیں سے حاصل نہ ہو گی۔"

٭

ایک مولوی صاحب اکثر اپنی تقاریر اور مواعظ میں ہمارے سلسلہ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ ہوا یہ کہ ان کے ایک بھائی ہمارے ذکر و تربیت میں شامل ہو گئے۔ ان کے بدلے ہوئے حالات جب انہوں نے دیکھے تو سوچ میں پڑ گئے کہ یہ ہوا کیا ہے؟ ____ ہماری کتاب "اسرار الحرمین" ایک عمر رسیدہ عالم دین کے پاس لے گئے۔ یہ بزرگ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مجاز ہیں۔ ضلع سرگودھا کے کسی دیہات میں آبادیوں سے دور اپنی زرعی اراضی پر رہتے ہیں، عابد، زاہد، ذاکر، شاکر آدمی ہیں ____ مولوی صاحب نے کتاب کے وہ حصے جن میں مشاہدات حرمین شریفین کا بیان ہے۔ ان کے سامنے رکھے اور پوچھا کہ حضرت! کیا یہ باتیں درست ہیں اور ایسا ممکن ہے؟

آپ کتاب کے ان حصوں کا مطالعہ فرماتے رہے اور پھر فرمایا کہ ہاں! بھائی یہ سب درست اور صحیح ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اب ایسے لوگ کہاں! اس دور میں تو اس قسم کے لوگ نہیں پائے جاتے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت اس کتاب کے مصنف جن کے احوال کا کچھ ذکر اس کتاب میں ہے اس وقت موجود ہیں تو فرمایا۔ کہ بھائی ایسے شخص کے تو پاؤں دھو کر پینا چاہیئے۔ وہ صاحب کہاں تشریف فرما ہیں، مولوی صاحب نے کہا، آج کل آپ منارہ (ضلع جہلم) میں اپنے شاگردوں کے تربیتی اجتماع کی نگرانی فرما رہے ہیں۔

میں اپنے کسی شاگرد (ساتھی) کو دنیا کے کام کاج سے نہیں روکتا۔ خواہ وہ سلوک کے کیسے ہی منازل سے گزر رہا ہو۔ مختلف پیشوں کے لوگ اپنے اپنے پیشہ کے مطابق کام کریں، مزدور مزدوری، صنعت کار صنعت و حرفت، زمیندار زمینداری و کاشت کاری اور ملازمت پیشہ افراد اپنی ملازمت کے فرائض انجام دیں ـــــ کام کریں اور سارا سارا دن کام کریں۔ لیکن خرافات سے بچیں، بیہودہ گوئی اور لایعنی سے اجتناب کریں، صبح و شام گھنٹہ نصف گھنٹہ بھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ ذکر الہٰی میں مصروف ہوں۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کریں۔ اگر اللہ کا بندہ بننا چاہتے ہیں "حزب اللہ" (اللہ کی جماعت) میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو احکام شریعت مطہرہ کی پابندی کریں۔ ورنہ اس سے کٹ گئے تو "حزب الشیطان" میں داخل ہو جائیں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رض کو کام کاج سے منع نہیں فرمایا۔ ہاں صرف ان پیشوں سے روکا جو شرعاً ناجائز ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے کوئی عطر فروشی کا کام کرتا تھا، کوئی کھجوروں کی تجارت، کچھ تجارت پیشہ تھے، کچھ کاشت کاری کرتے تھے۔

⁂

سالک اذکار اور عبادات نافلہ کی بجا آوری کے لئے صرف جاننا کافی ہے کسی شیخ مقتدا کی تربیت و صحبت کی ضرورت نہیں۔ لیکن راہ سلوک میں بغیر توجہ شیخ کے چلنا محال ہے مقام احدیت تک پچاس ہزار سال کی مسافت ہے، دنیا کی تو اتنی عمر بھی نہیں۔ جب سالک پر احدیت کا دروازہ کھل جاتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب راہ سلوک پر چل سکتا ہے۔ اس راہ میں قدم قدم پر شیخ کامل کی ضرورت ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شائد تسبیحات و اذکار کی خاص تعداد پڑھنے یا خاص خاص اوراد و وظائف پورا کر لینے سے ہی سلوک کے مقامات حاصل ہو جائیں گے۔

⁂

یہ درست ہے کہ تسبیحات اوراد و وظائف کا پڑھنا نیکی ہے اور کار ثواب ہے لیکن اس کا تعلق ولایت خاصہ سے نہیں۔ ولایت عامہ سے ہے۔ جس کا حصول ہر مسلمان کے لئے ممکن ہے اور اس میں شیخ کی توجہ یا صحبت کی ضرورت نہیں۔

صوفیائے کرام کے احوال عجیب ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے برق تپاں۔ جب چمکتی ہے تو دنیا کو روشن کر دیتی ہے اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔

اس دور میں الحاد و زندقہ کی آندھیاں چل رہی ہیں ہر طرف ظلمت ہی ظلمت ہے بے پناہ ظلمت! اگر یہاں کوئی سالک فنا فی اللہ یا بقا باللہ کے مقام والا بھی مل جائے (بشرطیکہ وہ کہیں ہو بھی) تو اس میں اتنی طاقت نہیں کہ کسی طالب کو کچھ کرا سکے۔ بلکہ اس زمانے میں سالک المجذوبی والے سے بھی یہ کام مشکل ہے کہ وہ کسی طالب کو اپنی توجہ سے عالم بالا کی طرف رہنمائی کر سکے۔ اس گمراہی کے مقابلے میں بڑی طاقت، اور قوی استعداد کی ضرورت ہے۔ جتنی گمراہی زیادہ ہوتی ہے اس کے مقابلے کے لئے اتنی ہی زیادہ طاقت کی ضرورت ہوتی ہے

⁂

اگر میرے رونگٹیں رونگٹیں میں ایک ایک ہزار زبان ہو اور ہر زبان ایک ایک ہزار بولی بول سکتی ہو تو بھی اللہ کریم کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہے۔

میرا رجحان علوم ظاہریہ کی طرف زیادہ ہے۔ مجھے جو وقت بھی فراغت کا ملے، رات ہو یا دن، خاص طور پر رات کے وقت، (تنہائی میں) میں قرآن کریم اور حدیث نبوی پر غور کرتا ہوں۔ جس طرح قرآن کریم اور حدیث نبوی پر غور کرتا ہوں جس طرح قرآن و حدیث کے اسرار و رموز اس علم (تصوف) سے کھلتے ہیں اور اس کے مشکلات حل ہوتے ہیں اور کسی علم سے نہیں ہوتے۔ اس لئے جو وقت بھی میسر آئے اس میں صرف کرتا ہوں۔

⁂

جو لوگ میرے پاس آتے ہیں مجھے فکر ہے کہ ان کے متعلق مجھ سے پوچھا جائے گا۔ اس لئے میں خطوں کے جواب میں بھی اور ویسے ملنے والوں سے بھی ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ . . . اتباع شریعت اتباع سنت، نماز کی پابندی۔ میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ اتباع شریعت اور اتباع سنت نبویہ، حلال و حرام کی تمیز، ذکر اللہ پر دوام، کی تلقین کروں . . . . آپ کے متعلق مجھ سے پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ تمہارے پاس آتے تھے تم نے انہیں کیا بتلایا؟ ہماری ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کریم سلف صالحین کے رستے سے نہ ہٹائے، صحابہ کرام رض تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اسی راستے پر چلو۔

یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ ساری جماعت غور سے سُن لے۔ اتباع شریعت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی چیز نہیں مل سکتی۔ وہ لوگ جاہل و مجہول اور گمراہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت کچھ اور ہے۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

شریعت کا مغز ہے، نچوڑ ہے فقیری تصوف اور احسان، شریعت بیج کے مانند ہے اور طریقت اس کا ثمر، جب بیج ہی نہ ہوگا تو پھل کہاں سے آئے گا۔ عقائد اصل یعنی جڑ ہیں۔ فروعی مسائل اس شجرہ طیبہ کی شاخیں ہیں۔ اور تصوف و احسان اس کا ثمر، جب اصل ہی نہ ہو تو پھل کہاں سے آئے گا۔

## روح سے فیض

اہل سنت والجماعت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ صاحب قبر سے فیض ہوتا ہے روح زندہ ہے اور اس کی موت صرف انقطاع عن البدن ہے۔ اسی کو فنائیت کہہ دیا جاتا ہے اس کی فنائیت تو "آنی" ہے مگر بقا دوامی۔ روح کی بدن سے جدائی کو ہی موت کہہ دیا جاتا ہے ورنہ روح پر موت وارد نہیں ہوتی جیسے جنت دوزخ ان کے عذاب و ثواب، لوح محفوظ، کرسی، یہ سب چیزیں ہیں تو حادث ہی قدیم نہیں مگر یہ فنا نہ ہوں گی یہی حال روح کا ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ روح سے حصولِ فیض کے لئے روح کے ساتھ ربط کا قائم ہونا ضرورت میں سے ہے اور مبتدی اگر سو سال بھی کسی قبر پر بیٹھا رہے، جب کوئی زندہ شیخ اس کو یہ ربط پیدا نہ کرائے، خود بخود حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے اور اُن کے درمیان ہزاروں حجابات حائل ہیں۔ یہ بات نہیں کہ محض چند فٹ زیر زمین ہیں۔ بلکہ وہ ایک اور عالم میں ہیں سو کوئی ایسی ہستی ضروری ہے جو اپنی توجہ سے حجابات پھاڑ کے رکھ دے اور وہاں تک پہنچا کر اُن سے ربط پیدا کرا دے۔ ان سے ایسا تعلق کا رشتہ قائم ہو جائے تو فیض شروع ہو جاتا ہے۔

## ضرورت شیخ

ہر عارف ذاکر تو ہوتا ہے مگر ہر ذاکر عارف نہیں ہوتا۔ اور محض ذکر کے لئے شیخ کی ضرورت بھی نہیں۔ اذکار مسنونہ بہت ہیں۔ بے شک پڑھا کرے اور ذکر کیا کرے۔ مگر حصول معرفت کے لئے طالب کو شیخ کی ضرورت ہے۔ اور منازل سلوک بغیر شیخ کی راہنمائی کے کوئی نہیں پا سکتا۔ بلکہ ایسی ضرورت ہے جیسے کسی اندھے کو رہنمائی کی کیونکہ اس کی راہ میں بے شمار سخت گھاٹیاں ہیں جن میں سے کسی میں بھی گرنا سخت ہلاکت اور تباہی کا سبب ہے اور سالک خود تو اس راہ سے آشنا نہیں اس لئے ضروری ہے کہ آگاہِ راز اس کی راہنمائی کرے اور نشیب و فراز سے بچاتا ہوا نکال لے جائے اور شیخ کا اتباع کامل طور پر کرے۔

منازل سلوک میں انسان کتنی ہی بلندی پر چلا جائے۔ ربط با شیخ ہی اس کی اساس و بنیاد ہے جیسے پتنگ کتنی بھی بلندی پر چلی جائے، ڈور اس کے لئے ضروری ہے اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو وہ اڑنے کی بجائے بتدریج گرنا شروع ہو جائے گی اور بالآخر درختوں اور جھاڑیوں میں اُلجھ کر برباد ہو جائے گی۔

لطائف میں طالب کی مثال بالکل ایسی بیمار کی سی ہے جو دوا اور غذا وغیرہ کے معاملہ میں ڈاکٹر کے تابع ہے۔ ڈاکٹر ہی جان سکتا ہے کہ اس کی دوا کیا ہے اور کس شے سے پرہیز اس کی صحت کے لئے ضروری ہے تو بالکل اس مریض کی طرح صحت کی طلب میں تلخ دوائیں پینا اور مرغوب غذاؤں سے پرہیز کرنا ایسے ہی طالب کو شیخ کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔

## شیخ کے لئے شرائط

مگر شیخ بھی ہر کسی کو نہیں بنایا جا سکتا۔ لوگ جہلا کے پیچھے چل کر تباہ ہو رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ شیخ کے لئے عالم ہونا ضروری ہے۔ جاہل کی بیعت حرام ہے اور بیعت لینے اور کرنے والا دونوں فاسق و فاجر ہیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ وہ مروجہ نصاب تعلیم پڑھا ہوا ہو۔ صحابہ کرامؓ اور اکثر تابعین کتب پڑھے ہوئے نہ تھے بلکہ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاننے والے تھے جو آپؐ نے ارشاد فرمایا انھوں نے ازبر کر لیا۔ اسی طرح اگر کوئی اُردو پڑھ کر ہی مسائل سیکھ لے یا سُن کر ہی یاد کر لے کوئی بھی صورت ہو، ضروریاتِ دین سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہی مسلک اہل سنت ہے۔ نیز شیخ کے لئے صرف عالم ہونا ہی شرط نہیں بلکہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔ فرائض و سنت کا پابند ہو۔ شیخ کو چاہیے۔

کہ وہ نوافل ضرور پڑھے کہ اس سے قلب کی نگہداشت بھی رہتی ہے اور قربِ الٰہی کا سبب بھی ہیں۔ سب سے ضروری ہے کہ فنِ سلوک کا ماہر ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی طالب شیخ سے زیادہ متقی ہو مگر جس علم کا (یعنی طالبین کی اصلاح و تزکیہ کا طریق) وہ طالب ہے اس میں شیخ کا ماہر ہونا ضروری ہے۔

قرآن کریم نے شیخ کی چار شرائط بیان فرمائی ہیں۔

(۱) اونٹ کی طرح مشقت برداشت کرنے والا ہو (۲) آسمان کی طرح بلند ہمت ہو۔ (۳) پہاڑوں کی طرح ثابت قدم (۴) زمین کی طرح متوازن یعنی اس میں عجز و انکسار

## منکرینِ تصوف

مگر قربِ زمانہ جو اعظم المصائب ہے وہ یہ کہ علم اٹھتا جا رہا ہے اور علماء ختم ہو رہے ہیں خصوصاً یہ فن تصوف (احسان و تزکیہ و سلوک) کا علم تو بالکل ہی کمیاب ہو رہا ہے۔ لوگ اپنی جہالت اور دوں ہمتی کی وجہ سے انکار میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ پر اگر نظر کی جائے تو اول تا آخر اس میں ایک قدر مشترک نظر آتی ہے یعنی اس کی ساری تعلیمات دنیا سے چھڑا کر متوجہ الی اللہ کرتی ہے جس قدر آسمانی کتب نازل ہوئیں یعنی ایک صد اور چار۔ ان کا مجملہ علم ان چار کتابوں میں ہے، ان سب کا قرآن کریم میں اور قرآن کریم کا سارا مفہوم سورۂ بقرہ میں سما گیا۔ سورۂ بقرہ کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں اور سورہ فاتحہ کا خزانہ بسم اللہ ہے۔ بسم کا راز اس کی "ب" میں ہے کہ یہ بلائے تلبس ہے یعنی ساری کائنات سے کٹ کر اللہ سے واصل ہو جانا یہی بعثتِ انبیاء کا مقصد ہے۔ اللہ سے بچھڑی ہوئی مخلوق اور شیطنت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت، اُدھر سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے جُڑ جائے۔ مگر بدنصیبی یہ ہے اسی شے کا انکار کیا جا رہا ہے اصل مصیبت یہ ہے لوگوں سے یہ علم اُٹھ گیا۔ جہالت کی بنا پر انکار کئے دیتے ہیں۔ اس انکار کرنے والوں کے مقابل ایک اور گروہ ہے جو رنگ نما، اور رنگ فروش ہے جو دعویٰ کرتے ہیں مگر افسوس عملاً کچھ نہیں کر پاتے۔ رنگ ساز نہیں عوام کا یہ حال ہے کہ بےچارے رہبر اور رہزن میں تمیز سے عاری ہیں، یہ طبیب اور دوا فروش کے فرق کو نہیں جانتے اور مریض کے پاس معالج کے پاس جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آج کل تو تقریباً سارے ہی دل کے مریض اور مختلف بیماریوں کا شکار ہیں۔ الاماشاء اللہ

## شرائطِ ذکر

تصوف میں تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ ذکر لسانی کا ہے زبان سے ذکر کرے۔ اللہ اللہ کرے۔ سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔ درود و استغفار اور مختلف وظائف پڑھے یہ ایسا درجہ ہے کہ جیسے ادویات کو کوٹا چھانا جائے۔ یہ استعمال کی تیاری ہے۔ اگر یہیں بس کر دے تو شفا کا حصول محال؟ اس سے آگے ذکر قلبی اور لطائف ہیں۔ یہ دوسرا درجہ ہے لطائف کرنے لگا گویا دوا کا استعمال شروع ہو گیا۔ اب جیسے جیسے دوا کھاتا جائے گا اس میں صلاحیت آتی جائے گی۔ اور جب صحت ہو گی تو چلے پھرے گا گویا منازل سلوک میں سیر شروع ہو جائے گی۔ اب اس دوا کے استعمال کے ساتھ مضر اغذیہ سے پرہیز بھی حصولِ صحت کی شرائط میں سے ہے جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہو انہیں غیر پسندیدہ چیزوں سے پاک رکھا جائے۔ اتباعِ شریعت کے ساتھ اجتناب عن المعاصی کا اہتمام ہو۔ تخلیہ ہو۔ شور و غل سے ہٹ کر تمام تر توجہ اللہ کی طرف لگا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیہ کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ سو یہ سنتِ انبیاء ہے۔ اگر دن اور روشنی ہو کپڑا لپیٹ لیا جائے نیز جہاں ذکر کیا جائے وہ جگہ پاک صاف ہو۔ پھر قلب میں در آنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا جا اس کی مثال حوض کی ہے۔ جیسے باہر سے آنے والا پانی آلودہ نہ کر دے اس لئے تمام نالیوں کو بند کر دیا جائے منہ آنکھیں بند ہوں۔ کانوں کو بند رکھا جائے۔ پھر خود اس کے اندر سے چشمہ نکالا جائے۔ اسی میں ذکر الٰہی کی مشین لگائی جائے۔ جو اس کو سیراب کرے۔ اور باہر کی کوئی ناپسندیدہ شے اس میں داخل نہ ہو سکے۔ جس قدر انقطاع عن الدنیا حاصل ہو گا اسی قدر دل کی طرف توجہ کامل ہو گی۔ یہی توجہ اور ذکر الٰہی دل سے انوار کے فوارے نکالیں گے، تجلیاتِ باری تعالیٰ کا یہ آبِ مصفیٰ ایسے ہی دل سے نکلے گا جو صاف ستھرا اور علائق دنیا سے خالی ہو گا۔ پھر اس کی برکات کا اندازہ نہیں کہ یہ ایک عالم کے دلوں کو دھو ڈالے گا۔ اور جو بھی اس سے اپنا دل روشن کرنا چاہے گا یہ منور کرتا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

# یادیں اُن کی

میجر غلام محمد

یہ فروری ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔ میں رسالپور میں تھا۔ کچھ دنوں کے بعد محمد احسن بیگ کی رسالپور آمد ہوئی۔ تو بہت باتیں سننے کو ملیں۔ چند احباب کے علاوہ سب احسن بیگ سے متنفر تھے میری جو ایک دو ملاقاتیں ان سے ہوئیں ان میں انہوں نے اپنے استاد المکرم حضرت مولانا اللہ یار خان کا تذکرہ کیا۔ حضرت جی کا شمار پاکستان کے چوٹی کے علماء میں تھا۔ وہ اہل تشیع کے خلاف بلند پایہ مناظر تھے۔ ان کے جلسوں اور تقریروں کے بڑے بڑے پوسٹر دیواروں پر دیکھ چکا تھا مگر تاحال ملاقات نہیں ہوئی تھی ایک دن میں احسن بیگ کے پاس پینٹ لینے گیا۔ میری یونٹ کی سالانہ میکینیکل انسپکشن تھی۔ اور رسالپور میں ان کے بغیر اور کسی کے پاس پینٹ نہ تھا۔ احسن بیگ نے مجھے اگلے روز پینٹ دینے کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی بتایا کہ حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب ان کے پاس آئے ہوئے ہیں۔ رات کو محفل ذکر ہوگی۔ شمولیت کے لیے ضرور آنا۔ میرا تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں سے تھا اور تقریباً گیارہ سال سے حضرت مولانا خان محمد سے منسلک تھا۔ میں سوچ میں پڑ گیا جاؤں یا نہ جاؤں۔ شام کلب میں فلم دیکھنے کا پروگرام بھی تھا۔ چنانچہ شام سے پہلے ہی دو تین کاریں میرے گھر پہنچ گئیں تاکہ مجھے اپنے ساتھ کلب لے جائیں۔ میں سخت تذبذب میں تھا اگر احسن بیگ کے گھر نہیں جاتا تو وہ ناراض ہو کر پینٹ دینے سے انکار کر سکتا تھا۔ اس طرح میری میکینیکل انسپکشن کا بیڑہ غرق ہو سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے پینٹ کو مدنظر رکھ کر کلب جانے سے انکار کر دیا۔ اور شلوار قمیص پہن کر احسن بیگ کے گھر چلا گیا۔ جیسے ہی

میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا حضرت المکرم وضو فرما کر باہر نکلے تھے۔ احسن بیگ نے میرا تعارف کرایا۔ میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھائے مگر حضرت المکرم میرا ہاتھ نظر انداز کر کے آگے بڑھ گئے اور مجھے پہلی بار محسوس ہوا کہ شاید میں اس قابل بھی نہیں کہ مجھ سے کوئی اہل اللہ مصافحہ کرے۔

میں ان کے پیچھے چل پڑا۔ سڑک عبور کر کے حضرت جی کنٹونمنٹ بورڈ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لے گئے، میں بھی وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گیا جیسے ہی حضرت جی نے قرات شروع کی مجھ پر عجیب رقت طاری ہو گئی اور نماز کے دوران بے ساختہ روتا رہا۔

نماز اور نوافل سے فارغ ہو کر سب لوگ احسن بیگ کے گھر جمع ہو گئے، تو میں بھی باقی افسروں (جن میں کیپٹن (بریگیڈیئر) محمد حنیف، کیپٹن (میجر) عمر حیات، کیپٹن زین العابدین، فلائیٹ لیفٹیننٹ ہادی حسین شاہ موجود تھے) کے ساتھ اگلی قطار میں بیٹھ گیا۔ ایک لمبا سا آدمی کھڑا ہو گیا اور بتانے لگا کہ ہمارا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے۔ ہم پاس انفاس سے ذکر کرتے ہیں، ذکر کرتے وقت قبلہ رُخ قطاروں میں شیخ کے بائیں بیٹھ کر آنکھیں اور منہ بند رکھ کر اندھیرے میں وصول الی اللہ کے لیے لطائف پر اللہ ھُو کی ضربیں لگاتے ہیں۔ ہمیں روحانی فیض شیخ کے توسط سے براہ راست محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اویسی طریقہ پر ملتا ہے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو میرے بارے میں حضرت جی سے پوچھا کہ کیا یہ محفل ذکر میں بیٹھا رہے

حضرت جی نے فرمایا کہ اس علاقے کی مٹی میں اخذِ فیض کی صلاحیت نہیں انہوں نے اپنے بڑوں سے اولیاء اللہ کی مخالفت ہی سیکھی ہے۔ یہ کیا ذکر کرے گا۔ اس پر اُس لمبے آدمی نے سختی کے ساتھ مجھے حکم دیا کہ میں یہاں سے اُٹھ جاؤں۔ میں وہاں سے اُٹھ تو گیا مگر شاید مجھ میں اس قدر ذلیل و خوار ہو کر نکلنے کی ہمت نہیں تھی۔ میں سب سے پیچھے جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ اس دوران لائٹ بند ہو چکی تھی۔ اور حضرت جی نے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ اللّٰه اللّٰه اللّٰه ھو۔ چلو پہلا لطیفہ قلب کہہ کر ذکر شروع کرایا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد مجھے ایسا لگا جیسے کمرے میں روشنی ہو۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو واقعی کمرے میں روشنی تھی۔ میں نے فوراً آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر کے بعد میں نے بہت زیادہ روشنی کی موجودگی میں جب آنکھیں کھول کے دیکھا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ انوارات تجلیات کی شکل میں حضرت جیؒ کے سینہ مبارک سے نکل کر دیگر احباب کی طرف لپک رہے تھے۔ اور انہی انوارات نے تمام کمرے کو بے حد منور کیا ہوا تھا۔ مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ یا اللہ یہ کیسا شخص ہے۔ ایسے آدمی تو کتابوں میں پڑھے تھے۔ اس دور میں کیسے پیدا ہو گئے جب ذکر ختم ہوا تو میں پوری طرح حضرت جیؒ کی روحانی عظمت کا قائل ہو گیا تھا اور فیصلہ کر چکا تھا کہ ایسے شخص کا دامن ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے وہ مجھے اپنے قابل سمجھتا ہے یا نہیں۔ جیسے ہی لائٹ آن ہوئی میں اُٹھا اور جا کر حضرت جیؒ کے پاؤں پر گر گیا۔ میں بے اختیار گڑگڑا کر روتا رہا جب رو رو کر میرے دل کا غبار ہلکا ہو گیا تو حضرت جیؒ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ بیٹا احساس زیاں آدمی کے پاس بڑی متاع ہے آدمی کو گناہ کا احساس جب بھی ہو جائے تو وہ واپس آسکتا ہے۔ اور اگر احساس ہی مر جائے تو پھر یہ زندگی بے کار ہے زندگی کا جو وقت باقی رہ گیا ہے۔ اس کو اللہ کی یاد میں صرف کرو۔ اہل اللہ میں شامل ہو جاؤ۔ نماز کی پابندی کرو۔ حرام کے فرق کو پہچانو۔ پھر بڑی دیر تک مجلس میں دین کی باتیں ہوتی رہیں میں جب رات کو دیر سے گھر پہنچا تو بہت بھوک لگی ہوئی تھی کھانا مانگا تو بیوی نے کہا کہ جن کے پاس گئے تھے۔ کھانا بھی انہی سے مانگو۔ چنانچہ اس رات کو بھوکا ہی سونا پڑا۔ اگلے دو دن گھر پر نا چاقی کی وجہ سے حضرت جیؒ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکا۔ تیسرے دن حضرت جیؒ تانگے میں بیٹھ کر ایئر فورس کے ایک ساتھی۔ سارجنٹ محمد اشرف کے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ میں اپنے لان میں بیٹھا پھول کی کیاریوں کی گوڈی کر رہا تھا کہ مجھے احسن بیگ نے کہا کہ حضرت جیؒ کے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔ میں سائیکل پکڑ کر حضرت جیؒ کے پیچھے پیچھے سارجنٹ محمد اشرف کے گھر پہنچ گیا۔ یہ میرا حضرت جیؒ کے ساتھ دوسرا ذکر تھا۔

اویسیہ سلسلے سے منسلک ہونے کے بعد میرے دونوں بڑے بھائی بھی میرے ساتھ شامل ہو گئے میرے چچا حکیم محمد حسین کے تین بیٹے۔ میرے سُسر اور خاندان کے دوسرے چند افراد کے سلسلہ میں آجانے کے بعد وان بھچراں میں جماعت کی صورت پیدا ہو گئی۔ چچا محمد حسین جب بھی ملتے مجھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ پڑھنے کی ہدایت کرتے۔ انہیں یقین تھا کہ میں کسی شیطانی چکر میں پڑ گیا ہوں۔ ایک سال تک انہوں نے یہی نعرہ دیکھا۔ ایک دن وہ مجھے کہنے لگے کہ سمجھ میں نہیں آتا تم لوگ صحیح ہو یا غلط مگر میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مولانا اللہ یار خان کے ساتھ لگ کر میرے بیٹے نیک ہو گئے ہیں۔ پہلے تو اُن کو نماز کی توفیق بھی نہیں ہوتی تھی۔ اب انہوں نے داڑھیاں رکھ لی ہیں۔ بُرے کام چھوڑ دیے ہیں۔ اور تہجد گزار ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے مجھے بھی تم لطائف کراؤ میں نے دو تین دن ان کو لطائف کرائے اس کے کچھ دنوں بعد مفتی غلام صمدانی وان بھچراں آئے اور حکیم چچا کو مسجد تک منازل کرا گئے۔ میرے بڑے بھائی غلام حسین نے مجھے کہا کہ غضب ہو گیا۔ چچا تو ابھی متذبذب تھے۔ اور مفتی غلام صمدانی ان کو مسجد تک منازل کرا گئے ہیں۔ میں نے ان کو کہا کہ ان کے کرائے ہوئے منازل میں شک مت کرو۔ تم ان کو مسجد تک خیال رکھا کرو۔ حضرت جیؒ نے چچا حکیم کو کہا کہ وہ منازل کے دورہ پر ضرور آئیں۔ وہ حضرت جیؒ کے حکم کے مطابق اول گھڑانہ منارہ تو چلے گئے۔ مگر سوچتے ہی رہتے تھے کہ معلوم نہیں ان کو منازل بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ ایک دن مولوی محمد سلیمان جماعت کو طواف کرا رہے تھے۔ یہ جب میر کعبہ پر پہنچے تو ان پر رقت طاری ہو گئی۔ روتے رہے اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر دُعا کرتے رہے۔ جماعت تو مسجد نبوی تک پہنچ چکی تھی۔ مولوی محمد سلیمان نے مفتی غلام صمدانی سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی مقبول دُعا دیکھی ہے اگر دیکھنا ہے تو حکیم محمد حسین کی طرف دیکھو جو ابھی تک غلاف کعبہ کو پکڑ کر رو رو کر دُعا کر رہے تھے اور ان کی دُعا عرش

مٹی سے ٹکرا رہی تھی۔ چچا نے مجھے بتایا کہ جب میں نے اپنی حالت کے متعلق مولوی محمد سلیمان کی زبانی سنا تو حیران رہ گیا کہ ان کو کیسے پتہ چل گیا۔ حالانکہ ساری جماعت تو مسجد نبوی پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے بعد چچا کا دل بھی مطمئن ہو گیا۔ اور وہ مکمل یقین کے ساتھ حضرت جیؒ کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔

میں خود شروع شروع میں کبھی حضرت جیؒ کی روحانی قوت کے متعلق سوچ میں پڑ جاتا تھا۔ اس بارے میں میں نے سابقہ شیخ حضرت مولانا خان محمد (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں) کی خدمت میں خط ارسال کیا۔ جس میں دلائل السلوک کے چند اقتباسات اور حضرت جیؒ کے کچھ حالات و واقعات جو میری نظر سے گذر چکے تھے۔ ان کی خدمت میں لکھے۔ انہوں نے جواب میں مجھے لکھا کہ :-

"عزیزم! مولانا اللہ یار خان سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ ہیں ان کے متعلق کوئی اویسیہ سلسلے کا آدمی ہی کلام کر سکتا ہے تم بہر حال ہمارے بتائے ہوئے وظائف باقاعدگی سے کرتے رہو۔"

اپریل ۱۹۷۰ء کے آواخر میں حضرت جیؒ کے ساتھ شریک سفر ہوا۔ یہ سفر میں نے راولپنڈی سے کراچی تک کیا۔ محمد یوسف اور بشیر حضرت جیؒ کے ساتھ رہے تھے۔ خدمت کی ڈیوٹی میرے ذمہ تھی۔

عصر کی نماز کے لیے وضو کرنے کی غرض سے حضرت جیؒ گاڑی کی لیٹرین میں گئے تو میں یوسف صاحب کے پاس آ بیٹھا اور ان سے پوچھا کہ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں۔ آپ مجھے ان کے برزخ کے حالات سے آگاہ کریں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ماں تو نجات میں ہے مگر باپ گرفت میں ہے۔ مجھے یقین نہیں آیا کیونکہ والد صاحب بہت ہی نیک شخص تھے۔ پھر میں اٹھ کر لیٹرین کی طرف چلا گیا۔ حضرت جی جب باہر نکلے تو مجھے بتایا کہ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے شیطان لعین نے پیچھے سے گندا گوشت کا ٹکڑا ان پر پھینک دیا۔ جس سے قمیص ناپاک ہو گئی۔ دھونے کی کوشش تو بہت کی ہے مگر داغ نہیں گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب حضرت جیؒ واپس اپنی سیٹ پر آ بیٹھے تو میں نے اپنے والدین کی برزخی حالت کے متعلق سوال کیا۔ حضرت جیؒ کھڑکی سے باہر تھوڑی دیر کے لیے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ پھر فرمانے لگے کہ ماں تو ٹھیک ہے مگر والد عذاب میں ہے۔ اب میرے لیے مان لینے سے چارہ نہیں تھا۔ محمد یوسف نے حضرت جیؒ سے درخواست کی کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کے والد کا عذاب دور فرما دے۔ حضرت جیؒ نے دعا فرمائی اور میرے والد کا قبر کا عذاب ختم ہو گیا۔ اس کی تصدیق کچھ دنوں بعد رسالپور میں کیپٹن زین العابدین نے کی۔ وہ میرے گھر میں بیٹھے تھے میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ میرے والد کی برزخی حالت کے متعلق مجھے بتائے۔ وہ کشف کی باتیں بتانے سے اکثر احتراز کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے ان کو راضی کیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ چونکہ میرے والد کی قبر سے واقف نہیں تھے لہٰذا میں ان کی رہنمائی کروں۔ چنانچہ میں نے ان کو کہا کہ چلو میرے والد کی قبر پر۔ میں اس کا امتحان لینے کے لیے گھنڈی (کندیاں) کے قبرستان میں ایک قبر پر خیال کر کے بیٹھ گیا۔ اس نے جب صاحب قبر کو دیکھا تو آنکھیں کھول دیں کہ صاحب قبر تو کہتا ہے کہ میں اس کا والد نہیں۔ میں نے اس کا حلیہ پوچھا تو انہوں نے صحیح بتایا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ دیکھو اس قبرستان میں کوئی پانچ لطائف والا آدمی ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ ہاں ایک معمر بزرگ ہے جس کے پانچ لطائف ہیں۔ (یہ مولانا احمد خانؒ خانقاہ سراجیہ کندیاں کا مرید تھا) میں نے کہا کہ اس سے پوچھو کیا یہ مجھے جانتا ہے۔ اس کے جواب میں اس بزرگ نے میری بغل پر ہاتھ لگایا۔

زین العابدین کہنے لگے۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ یہ ایسا کیوں کر ہوا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں سات سال کا تھا کہ مجھے میری اماں اس بزرگ کے پاس دم کرانے لے آئی تھی۔ اس نے کچھ پڑھ کر میری بغل میں ہاتھ پھیرا تھا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ یہی اس کی مجھ سے پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ اس واقعہ سے حضرت جیؒ کی یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ صاحب قبر کی کسی کے ساتھ ایک ملاقات بھی ہوئی ہو تو وہ اس کو یاد رکھتا ہے۔ پھر میں نے زین العابدین سے پوچھا کہ کیا کوئی قلب والے بھی ادھر ہیں تو وہ کہنے لگے کہ سات شخص ایک قطار میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ آخری آدمی نے اپنا منہ ڈھانپا ہوا ہے۔ میں نے اس کو بتایا کہ یہ علاد کا قریشی خاندان ہے۔ اس آخری آدمی کو میں جانتا ہوں۔ یہ گھنڈ والا مولوی مشہور تھا۔ مسجد کے علاوہ کسی جگہ اپنا گھنڈ نہیں کھولتا تھا اور میں بچپن میں اس کے پیچھے نماز پڑھ چکا ہوں۔ اس کے بعد میں اس کو اپنے والد کی قبر (اوچھارہ۔ وان بھچراں) پر لے گیا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ یہاں تو تمہاری ماں کی قبر بھی ہے۔ میں نے پوچھا

کہ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے آپ کے ماں باپ کو ایک ساتھ دیکھا ہے تو تمہارے والد نے مجھے بتایا کہ یہ غلام محمد کی ماں ہے۔ میں حیران ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا زبردست کشفِ قبور اس شخص کو عطا کیا ہے۔ سینکڑوں میل دور بیٹھ کر سب کچھ صحیح بتا رہا ہے۔ پھر میں زین العابدین کو مولانا حسین علیؒ کی قبر پر لے آیا اور ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کیسے شاگرد اور جانشین پیچھے چھوڑ آئے ہیں؟ زین العابدین نے مجھے بتایا کہ مولانا حسین علیؒ نے اس سوال پر گردن جھکا لی ہے۔ پھر میں زین العابدین کو خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا احمد خانؒ کے پاس لے گیا۔ زین العابدین نے مجھے بتایا کہ یہ شخص فنافی الرسول ہے۔ مولانا عبداللہ کے منازل ان سے نیچے ہیں۔ مولانا عبداللہ نے زین العابدین کو کہا کہ اپنے شیخ المکرم کو کہو کہ ہمارے جانشین خان محمد کو بھی سلوک طے کرائیں۔

اکتوبر ۷۰ء میں حضرت جیؒ میرے ہاں رسالپور تشریف لائے آتے وقت راستے میں زین العابدین کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا جس میں حضرت جی زخمی ہو گئے۔ اسی وجہ سے دس کی بجائے سولہ روز قیام کیا۔ وضو نہیں فرما سکتے تھے۔ تیمم کرتے رہے۔ جن اینٹوں سے تیمم فرماتے وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ اور میں نے وصیت کی ہے کہ یہ اینٹیں میری قبر میں لگائی جائیں۔ اس قیام کے دوران ایک روز مفتی غلام صمدانی بشیر کے ساتھ رسالپور سے نوشہرہ گئے۔ جب واپس آئے تو بشیر نے حضرت جیؒ سے درخواست کی کہ دوران سفر مفتی غلام صمدانی نے اس زور سے چیخ ماری کہ سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اب بتاتے نہیں کہ بات کیا ہے۔ حضرت جیؒ نے مفتی غلام صمدانی سے کہا کہ آپ ان کو تمام واقعہ بتا دیں۔ مفتی غلام صمدانی نے بتایا کہ جب وہ بس میں سوار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ بس میں سب سے آگے جو گول گول قسم کی چیز ہوتی ہے جس کے پیچھے ڈرائیور بیٹھتا ہے اس کے ساتھ ایک بندر چمٹا ہوا ہے۔ کبھی اس کو دائیں گھماتا ہے اور کبھی بائیں۔ ڈرائیور کی یہ روحانی شکل دیکھ کر میری چیخ نکل گئی۔ حضرت جیؒ کی اس مجلس میں پروفیسر محمد اسلم بھی موجود تھے۔ پروفیسر محمد اسلم کور آف انجینئرز کے مانے ہوئے ریاضی کے استاد تھے۔ اور ان کی THIRD DIMENSION تھیوری بہت مشہور تھی جس سے وہ اللہ کی ہستی اور فرشتوں کے وجود کو ثابت کیا کرتے تھے انہوں نے حضرت جیؒ سے سوال کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ نیل آرمسٹرانگ چاند پر پہنچ گیا ہے؟ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ چلو اسی آدمی سے پوچھ لیتے ہیں۔ جو سٹیرنگ کو گول گول کرتا ہے۔ پھر حضرت جیؒ نے مفتی غلام صمدانی سے کہا کہ وہ ان کے قلب پر خیال کرے۔ اور انوار جس جگہ جا رہے ہیں اس جگہ کی تفصیل بتانا شروع کر دے۔ مفتی غلام صمدانی نے نیل آرمسٹرانگ کا پورا سفر اور وہ جگہ جہاں وہ پہنچے تھے پوری تفصیل سے دیکھ کر بتائے۔ پروفیسر محمد اسلم حیران تھے کہ ایک کم تعلیم یافتہ آدمی ایسی ایسی تفصیلات بتا رہا تھا جو بہلا بانہ نے خود بھی واپس آ کر بیان نہیں کی تھیں!

اسلامی عقائد، فقہی جزئیات اعمال، اخلاق اور عبادات اسلام کا قالب ہیں۔ مگر اس کا قلب اور روح اخلاص و احسان یعنی تصوف ہے۔

اس واقعہ کے بعد پروفیسر محمد اسلم حضرت جیؒ کا اتنا گرویدہ ہوا کہ وہ ہم سب کو اپنے گھر لے گیا اور اپنے سب بچوں کو حضرت جیؒ کی خدمت میں لے آیا کہ آپ ان کو بیعت کریں۔ حضرت جیؒ نے ان کو بتایا کہ میں روایتی پیر نہیں ہوں۔ میں ایک روحانی معلم ہوں ظاہری بیعت پر یقین نہیں رکھتا۔ اپنے شاگردوں کی روحانی تربیت کر کے دربار نبوی میں روحانی بیعت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کراتا ہوں پھر جب چائے آئی تو اس کے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں بھی تھیں حضرت جیؒ نے صرف ایک چیز کھائی اور فرمایا کہ باقی بازار سے لائی گئی ہیں لہٰذا میں نہیں کھاتا۔ پروفیسر محمد اسلم نے عرض کی کہ یہ چیز میری بیٹی نے بنائی ہے جو پابند صلوٰۃ ہے۔ باقی چیزیں واقعی بازار سے منگائی گئی ہیں۔

رسالپور میں حضرت جیؒ کے اسی قیام کے دوران ایک عجیب بات واضح ہوئی۔ ایک روز میں مولوی محمد سلیمان کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ وضو کر رہے تھے گھر کی پچھلی جانب آٹھ سرونٹ کوارٹر تھے۔ ان میں سے دو کوارٹرز میں نے ایک غریب تانگے والے بوڑھے کوچوان کو دے رکھے تھے۔ اس کی بیوی اور بیٹی میرے گھر میں کام کرتی

تھیں۔ مولوی محمد سلیمان کی نظر جب غیر آباد کوارٹروں پر پڑی تو کہنے لگے "دُر دُر۔ یہ کیا بلائیں پال رکھی ہیں"، کہنے لگے کہ ایک جن کھڑکی میں سے سر نکال کر ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر یہ بھاگ کر کوچوان کی گھوڑی میں گھس گیا۔ وہ لیٹ گئی۔ میرا بیٹا یمین محمد ذاکر ہمارے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ کہنے لگا جب سے حضرت جیؒ یہاں تشریف لائے ہیں، کوارٹر میں موجود تمام افراد اور گھوڑی گرفت میں ہیں۔ مولوی محمد سلیمان نے ہمیں بتایا کہ حضرت جیؒ کے قلب کے انوارات پورے محلے کو منور کر دیتے ہیں۔ زمین، مکانات، درخت وغیرہ سب بے حد منور ہو جاتے ہیں۔ جہاں جنات کے لیے رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ جاندار اشیاء یعنی انسانوں اور حیوانوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے جنات نے آپ کے کوارٹروں کے بے دین افراد اور گھوڑی میں پناہ لے رکھی ہے۔ پھر جیسے ہی حضرت جی میرے گھر سے تشریف لے گئے وہ سب تندرست ہو گئے۔

## حضرت جیؒ جب پہلی بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو

میں بھی کراچی تک ساتھ گیا۔ جب حضرت جیؒ حج کر کے واپس لوٹے تو تمام اکابر ساتھی کراچی میں موجود تھے۔ ایئرپورٹ سے جب حضرت جیؒ باہر آئے تو آپ کے بدن پر رنگدار کھدر کے کپڑے تھے۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر حضرت جیؒ یہ خلعت مجھے عطا کریں گے تو میرا کام بن جائے گا۔ مسجد طوبیٰ کے قریب نیوی کوارٹرز میں حضرت جی کا قیام تھا۔ تمام اکابر ساتھیوں نے ان کپڑوں کی خواہش حضرت جیؒ کے سامنے ظاہر کی مگر وہ خاموش رہے۔ رومال بھی بدل لیا۔ تسبیح بھی دے دی مگر کپڑے کسی کو نہیں دیئے۔ مجھے اپنی خواہش ظاہر کرنے کی ہمت ہی نہیں پڑی کیونکہ میں بالکل بلندی تھا۔ واپسی پر چکوال کے ساتھیوں نے حضرت جیؒ کے کپڑے غائب کر دیئے کہ کہیں حضرت جی اپنے یہ کپڑے بدل کر کسی اور کو نہ دے دیں۔ جب جہلم کے ریلوے سٹیشن پر اُترے تو حافظ غلام قادری نے ایک قریبی مسجد میں عارضی قیام و طعام کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ سامان وغیرہ رکھ کر جب ساتھی باہر نکلے تو مسجد میں صرف حضرت جیؒ اور میں رہ گئے۔ حضرت جیؒ نے مجھے فرمایا کہ کوئی دھوتی لے آؤ۔ میں کسی ساتھی کی دھوتی اُٹھا کر لے آیا اور حضرت جی کو دے دی۔ حضرت جی نے دھوتی باندھ لی اور شلوار قمیض اتار کر مجھے دے دی اور فرمایا کہ ان کی خواہش سب سے پہلے ائیرپورٹ پر تم نے کی تھی۔ لہٰذا یہ میں تمھیں دیتا ہوں۔ ساتھی جب تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت جیؒ صرف دھوتی باندھ کر تشریف فرما ہیں۔ فوراً کہیں سے نکال کر حضرت جی کے کپڑے لے آئے۔ (حضرت جیؒ کے یہ کپڑے میرے پاس محفوظ ہیں اور مجھے اپنے شیخ المکرم کی عطا اور کشفِ قلوب کی یاد دلاتے رہتے ہیں)۔

سلامت پورہ گلی نمبر ۱ مکان نمبر ۴ مولانا فضل حسین کے گھر کا پتہ تھا۔ مولانا فضل حسین کے پاس حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ کا خرقہ تھا۔ مولانا فضل علی قریشیؒ، مولانا حسین علیؒ (واں بھچراں) اور مولانا احمد خانؒ (خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی شیخ المکرم) کو ایک ساتھ خرقہ ملا تھا۔ ان تینوں اصحاب کا تعلق نقشبندیہ مجددیہ سلسلے سے تھا۔ مولانا فضل حسین لاہور کے مستند پیر تھے ان کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ نہایت خوشحال تھے۔ کار تھی، مکان تھا، ٹرانسپورٹ چلتی تھی۔ مولانا فضل حسین نے حضرت جی کو خط لکھا کہ ان کے شیخ نے ان کو حقیقت صلوٰۃ تک منازل کرائے تھے۔ اب وہ حیات نہیں لہٰذا مزید سلوک طے کرنے کے لیے آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ حضرت جیؒ نے ان کو لکھا کہ وہ کراچی جانے کے لیے لاہور آئیں گے تو آپ مجھے مل لیں۔ مولانا فضل حسین اپنے تمام مریدین کے ساتھ لاہور ریلوے سٹیشن پر پہنچے اور حضرت جیؒ کو اپنے گھر سلامت پورہ لے گئے۔ حضرت کے ساتھ گفتگو کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ انہوں نے تو مخلوق کو اب تک دھوکے میں رکھا۔ ان کی تو روحانی بیعت ہی نہیں لہٰذا انہوں نے برسرِعام اعلان کیا کہ اب تک وہ خود کامل صوفی نہیں تھے اور جو لوگ ان کے ساتھ رہے وہ بھی دھوکے میں رہے۔ لہٰذا آج کے بعد حضرت مولانا اللہ یار خان ان کے پیر و مرشد ہیں جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ رہے جس کا جی چاہے چھوڑ کر چلا جائے۔ یہ اعلان سننے کے بعد مریدین کی اکثریت چھوڑ کر چلی گئی۔

۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران واہگہ سیکٹر میں تعینات تھا۔ ہر ہفتے باقاعدہ مولانا فضل حسین کے پاس ذکر کے لیے حاضری دیتا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب جنگ ۱۹۷۱ء کے فوراً بعد حاضر ہوا تو شام کو مولانا فضل حسین سائیکل پر گھر واپس آئے۔ مغرب کے بعد ذکر کرایا اور عشاء کے بعد کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد لیٹ گئے کھانے وغیرہ کا کچھ نہیں پوچھا۔ علی الصبح اُٹھ کر نوافل کے بعد ذکر کرایا اور فجر کی نماز سے جب فارغ ہوئے تو مجھے کہنے لگے کہ افسوس ہے کہ میں آپ لوگوں کی کچھ خدمت نہیں کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ گھر میں دو دن سے فاقہ ہے اور کھانے کو کچھ نہیں۔ پھر انہوں نے

سارا واقعہ اویسیہ سلسلے میں آنے کا اور یہاں تک ان کی حالت پہنچنے کا مجھے سنایا۔ اب ان کی حالت یہ تھی کہ ایک ورکشاپ میں جو سلامت پورہ سے تیرہ میل دور تھی ملازمت کرتے تھے۔ سائیکل پر تیرہ میل جاتے اور سائیکل پر واپس آتے۔ یہ حالت سن کر میں حیران رہ گیا۔ میں سیدھا یونٹ پہنچا، گاڑی میں خورد و نوش کی چیزیں رکھوائیں اور واپس سلامت پورہ آ گیا۔ مجھے دیکھ کر مولانا فضل حسین خوش نہیں ہوئے۔ کہنے لگے میں نے اپنے حالات آپ کو اس لیے تو نہیں بتلائے تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت اس دفعہ قبول کریں آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ اس کے بعد جب میں نے مولانا فضل حسین کے یہ حالات حضرت جیؒ کو بتائے تو وہ فرمانے لگے کہ ایسا مخلص شخص پیروں میں میں نے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے اپنا سب کچھ مجھ پر قربان کر دیا۔ پھر مارچ ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر ریاض کے ہاں گجر گ میں حضرت جی کا قیام تھا۔ مولانا فضل حسین آ کر ملے تو حضرت جی نے خیر خیریت دریافت کی تو مولانا فضل حسین رو پڑے۔ کہنے لگے اور تو کسی چیز کے جانے کا دکھ نہیں مگر ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کا تعلق ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ حضرت جی نے تسلی دی کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ جس کی جتنی ہمت ہوتی ہے اسی قدر اس پر اللہ تعالیٰ بوجھ ڈالتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دن بدلے وہ ابوظبی چلے گئے۔ بچوں کو بھی وہیں بلا لیا۔ جب آخری دنوں میں بیمار پڑے تو کمپنی نے پیشکش کی ان کا علاج جس ملک سے وہ چاہیں کرایا جا سکتا ہے۔ مولانا فضل حسین نے پاکستان آنے کو ترجیح دی۔ اور اپنے شیخ المکرم کے قدموں میں اپنی جان اللہ کے سپرد کر دی۔

۲۹ دسمبر ۱۹۷۲ء کو عشاء کے بعد مولانا شمس الحق افغانی کے پاس بہاولپور میں ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ میں وردی میں تھا۔ چولستان سے ڈیڑھ سو میل کا سفر کر کے ان کے پاس حاضر ہوا تھا پہلے تو انہوں نے دیکھا تو کہنے لگے کہ جنرل اقبال کا گھر ساتھ والا ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت میں ان کو نہیں آپ کو ملنے آیا ہوں۔ انہوں نے مجھے بٹھایا اور وجہ پوچھی۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ میں تو ان کی خدمت میں سلوک سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ چاروں سلاسل کے مشائخ کی کتابیں میں پڑھ چکا ہوں۔ منازل سلوک کا مطالعہ کیا ہے۔ راہ سلوک پر چلانے والے کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہوں۔ آپ کے پاس بڑی امیدیں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ حضرت ضرور میری رہنمائی فرمائیں۔ مولانا افغانی نے کچھ دیر کے توقف کے بعد فرمایا کہ آپ چالیس دن مسلسل دو ہزار مرتبہ استغفار، دو ہزار مرتبہ درود شریف اور تین ہزار مرتبہ نفی اثبات کا وظیفہ کریں۔ اگر کسی دن ناغہ ہو جائے تو اس کے بعد سے چالیس دن کا شمار کریں۔ چالیس دن کے بعد مجھے بذریعہ خط یا خود حاضر ہو کر قلبی کیفیت بیان کریں، اگلا سبق اس کے بعد شروع ہو گا۔ میں نے واپس آ کر حضرت کو سارا واقعہ بتایا۔ حضرت جی فرمانے لگے کہ انہوں نے آپ کو ٹالا ہے۔ یہ وظائف تو انہوں نے اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے بتائے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہر روز یہ وظیفہ کرنے کے لیے پانچ گھنٹے چاہئیں۔ اور وردی والے آدمی کو پانچ گھنٹے فرصت کب مل سکتی ہے تم ایک دن وظیفہ کرو گے دو دن کرو گے۔ پھر ناغہ ہو جائے گا۔ پھر سوچتے رہ جاؤ گے کہ یہ معمولی سا کام (وظیفہ) میں نہیں کر سکا۔ شرمندگی کی وجہ سے اول تو ان کے پاس جاؤ گے نہیں اور چلے بھی گئے تو دوبارہ سلوک کا نام نہیں لو گے۔ ان کی شخصیت بھی قائم رہے گی۔ اور سلوک بھی سکھانا نہیں پڑے۔ کس کے پاس وظائف کے لیے وقت ہے اسی لیے جو آتا ہے ہم تو لطائف سے ہی شروع کرا دیتے ہیں۔ اگر استعداد ہوئی تو چل پڑے گا نہیں تو خود بخود چھوڑ جائے گا۔

میرا ایک دوست بچپن سے نیکوکار آدمی تھا۔ اس نے جنرل اکرم کی لکھی ہوئی کتاب "سیف اللہ" (SWORD OF ALLAH) پڑھی۔ اس کے بعد وہ نماز کی طرف راغب ہو گیا۔ میں حضرت جی کے ساتھ کراچی میں تھا تو میں نے یہ کتاب بازار سے خریدی۔ میں اس الجھن میں تھا کہ مصنف نے اس موضوع کا انتخاب کیوں کیا۔ حالانکہ وہ شیعہ مسلک کا آدمی ہے اور اس کے نزدیک تو ذوالفقار حضرت علیؓ ہیں۔ پھر حضرت خالدؓ کو اللہ کی تلوار کے طور پر موضوع بنا کر کیوں کتاب لکھی۔ کتاب پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ کتاب میں حضرت خالدؓ اور حضرت عمرؓ کی جا بجا کردار کشی کی گئی ہے اور ہم سنیوں کو بتایا گیا ہے کہ یہ ہیں تمہارے ہیروز کے اصل روپ۔ ایک جنگ و جدل کا ہیرو۔ اور دوسرا عدل کا۔ میں نے جب حضرت جیؒ کو اس کتاب کے متعلق بتایا کو انہوں نے فرمایا کہ اس کتاب کا تفصیل سے مطالعہ کرو۔ اور قابل اعتراض صفحات کی نشاندہی کرو۔ اس کا رد لکھیں گے۔ ان کے حکم کی تعمیل میں میں کوئٹہ میں قاری یار محمد کی مسجد میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔ حجرے میں حضرت جیؒ تشریف رکھتے تھے۔ یہ کوئی اشراق

کے بعد کا وقت تھا۔ ایک صاحب مسجد میں داخل ہوئے جب میرے پاس آئے اور مجھے انگریزی کی کتاب پڑھتے دیکھا۔ تو آگ بگولا ہو گئے۔ کہنے لگے تم مولویوں کو کیا ہو گیا ہے۔ لوگوں کو قرآن کا وعظ کرتے ہو اور خود مسجدوں میں انگریزیاں پڑھتے ہو۔ بند کرو یہ ناٹک میں نے کتاب پڑھنا بند کر دی اور وہ جا کر حضرت جیؒ کی مجلس میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد جب میں اندر پہنچا تو اُس نے حضرت جی سے شکایت کی کہ یہ مولوی مسجد میں انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے حضرت جی نے ان کو میرا تعارف کرایا اور ساری بات بتائی تو وہ مطمئن ہو گئے۔

۱۹۷۴ء کے جن دنوں میں منارہ کا سالانہ اجتماع تھا۔ میں اس وقت کوئٹہ انفنٹری سکول میں کمپنی کمانڈر کورس کر رہا تھا۔ چھٹی نہ ملنے کی وجہ سے اجتماع میں شامل نہ ہو سکا۔ اجتماع کے آخری ایام میں میں نے حضرت جی کو ایک عریضہ تحریر کیا جس میں میں نے اپنی محرومی کا اظہار کیا اور دعا اور توجہ خاص کی درخواست کی۔ جواب میں حضرت جیؒ نے بہت ہی حیران کن خبر سنا دی کہ تمہیں سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے نو منتخب مجازوں میں جگہ مل گئی ہے۔ اب تم صاحب مجاز ہو اور صاحب منصب بھی۔ پھر جب میں تعمیل حکم میں خرقہ لینے کے لیے چکڑالہ حاضر ہوا تو حضرت جی نے بہت شفقت فرمائی اور بتایا کہ مجازوں کی ابتدائی فہرست جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش ہوئی۔ اس میں تمہارا نام نہیں تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فہرست میں سے کچھ نام کاٹ دیے اور تمہارا نام لکھ دیا۔ اس کے بعد سے حضرت جی قبلہ عالم مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔

ملتان غوث بہاؤالدین ذکریاؒ کے نام کی وجہ سے مشہور ہے۔ حضرت غوث بہاءالدین سہروردی سلسلہ کے بزرگ ہیں اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے شاگرد ہیں۔ ہم نے بھی اپنا جمعرات کا معمول ان کے ہاں رکھا۔ اس کے علاوہ بھی اکثر بیشتر میں اور حاجی محمد اسلم کنبوہ حضرت غوث صاحب کے مزار پر حاضری دیتے۔ اوائل ۱۹۷۷ء تک حضرت جیؒ نے ملتان کے ریلوے سٹیشن سے گزر جانے پر ہی اکتفا کیا۔ مجھے ملتان پہنچے ایک سال ہو گیا تھا جب بھی حضرت غوث صاحب کے ہاں حاضری ہوتی وہ حضرت جیؒ کے ملتان آنے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے دبے لفظوں میں حضرت جیؒ کی خدمت میں درخواست پیش کی تو انہوں نے قبول کر لی اور فرمایا کرو واقعی ان کا شکوہ صحیح ہے۔ پھر حضرت جیؒ ملتان تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا محمد اکرم بھی ساتھ تھے۔ حضرت جیؒ نے غوث بہاءالدین ذکریاؒ کے مزار پر حاضری کا پروگرام بنایا۔ وہاں پر موجود جماعت بھی ساتھ گئی۔ غوث بہاءالدین ذکریاؒ کو بالا منازل کرائے گئے۔ اس کے بعد جب حضرت جیؒ واپس ہو رہے تھے تو کسی ساتھی نے حضرت جی سے کہا کہ حضرت رکن عالم بھی ملاقات کی درخواست کر رہے ہیں۔ حضرت جیؒ مسکرا دیے اور کہا کہ چلو۔ پھر کچھ دیر وہاں مراقبہ فرمایا۔

۱۹۷۱ء کی جنگی قیدیوں کی واپسی کے بعد جماعت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ مولوی محمد سلیمان نے معمولات میں دو چیزوں کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ عصر کے بعد ذکر جہر اور مراقبہ استحضار۔ چونکہ حضرت جیؒ نے کبھی یہ نہیں کرائے تھے۔ اس لیے مجھے بہت کوفت ہوتی تھی۔ مگر میں ان کے گروہ میں بیٹھا تو رہتا مگر کرتا نہ تھا۔ مولوی محمد سلیمان نے قریب قریب سب ذکر کرنے والوں کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ عصر کے وقت ذکر جہر کرایا کریں۔ ملتان میں میں یہ ذکر نہیں کراتا تھا۔ اس بات کا علم جب مولوی محمد سلیمان کو ہوا تو وہ اور بشیر ایک دن منارے کے اجتماع کے دوران مجھے ایک طرف لے گئے۔ اور سختی سے ڈانٹا۔ کہنے لگے تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ تمہاری مجازیت ہم ایک منٹ میں ختم کرا سکتے ہیں۔ لہٰذا آج کے بعد ترقی منازل کے لیے عصر کے وقت کا ذکر جہر اور مراقبہ استحضار باقاعدگی سے کیا کرو۔ میں خاموش ہو گیا۔ دو سال تک مولوی محمد سلیمان مجھ سے ناراض رہے۔ مجھے ان کی طرف سے ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں واقعی حضرت جیؒ کو کہہ کر مجھے جماعت سے نہ نکلوا دیں۔ حضرت جیؒ حاجی الطاف کے گھر قیام پذیر تھے۔ کھانا کھانے کے لیے جب سب لوگ باہر چلے گئے تو میں نے حضرت جیؒ کے پاؤں پکڑ لیے اور رونے لگا۔ حضرت جی نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے۔ جواب میں میں نے مولوی سلیمان کا سارا واقعہ بتایا اور عرض کی کہ وہ مجھے جماعت سے نکلوانے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں نے حضرت جیؒ سے درخواست کی کہ وہ حجت کے طور پر ایک دفعہ ذکر جہر اور مراقبہ استحضار کرا دیں۔ پھر ہم اس کو اپنے معمولات کا حصہ بنا لیں گے حضرت جیؒ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ اذکار آج تک نہیں کیے میں نے جواب دیا کہ میرے شیخ نے جو اذکار نہ کرائے ہوں میں دوسروں کے کہنے سے کیسے کر سکتا ہوں۔ حضرت جیؒ بہت خوش ہوئے۔ فرمانے لگے۔ وہ تم کو کیا نکالے گا۔ وہ تو خود جماعت سے نکل گیا ہے۔ پھر

انہوں نے اپنے سرہانے کے نیچے سے کتاب نکال کر مجھے دی اور کہا کہ اس نے تو دلائل السلوک کے مقابلے میں کتاب بھی لکھ دی ہے حیرانی ہے ایسے شخص کی عقل پر۔

مارچ ۱۹۸۱ء میں حضرت جیؒ جب ملتان تشریف لائے تو ڈویژن کے بریگیڈیئر خادم حسین اور چائے کے لیے میجر جنرل حمزہ کی دعوت کو بھی قبول فرمایا۔ یہ دونوں افسر آرمی میں اپنی شرافت اور نیکی کی وجہ سے منفرد مقام رکھتے تھے۔ ۱۹۸۲ء میں میری پوسٹنگ ناردرن ایریا میں ہوگئی تو جنرل حمزہ نے وہاں کے کمانڈر میجر جنرل کو میرے بارے میں خط لکھا۔ مئی ۱۹۸۲ء کے تیسرے ہفتے میں حضرت جیؒ کا گلگت کا دورہ تھا۔ ۱۷ مئی کو رات ڈاسو میں تھی اور ۱۸ مئی کو دن کا کھانا میرے ہاں جگلوٹ میں تھا مگر خلافِ توقع حضرت جیؒ ڈاسو کو نظر انداز کر کے شام ۱۷ مئی کو ہی میرے ہاں جگلوٹ پہنچ گئے۔ سفر سے کافی نڈھال نظر آتے تھے میں نے فوراً رسول میر کو اطلاع کی اور پھر ہم دونوں نے مل کر حضرت جی کے مختصر سے قافلے کا رات کا رہائش کا بندوبست کیا۔ اگلے روز صبح دس بجے ۹۰ لائٹ کی جیپ مجھے لینے آگئی کہ جنرل صاحب اُدھر آئے ہوئے ہیں اور چائے پر تمہیں بلایا ہے ہیں۔ میں نے اپنے کرنل کو بتایا کہ میں جنرل صاحب سے ملنے نہیں جا سکتا کیونکہ میرے شیخ المکرم ادھر تشریف رکھتے ہیں ان کو چھوڑ کر میں کسی کے پاس نہیں جا سکتا۔ میرے کرنل نے مجھے کہا کہ خدا کے لیے میری نوکری خراب مت کرو۔ تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے مرشد کے پاس بیٹھتا ہوں اور وہ اپنے بوٹ اتار کر حضرت جیؒ کے پاس آ بیٹھا۔ مگر میں نے نہ جانا تھا نہ گیا۔ جب خالی جیپ واپس وہاں پہنچی تو جنرل صاحب نے اس کا بُرا منایا۔ جو بعد میں مجھے وہاں پر موجود دیگر افسران کی زبانی معلوم ہوا۔ بعد ازاں حضرت جیؒ نے مجھے بتایا کہ تمہارے کرنل کے اندر خلوص نظر نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت وہ عقیدت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں نہیں آیا تھا وہ تو محض مجھے جنرل وڑائچ کے پاس بھیجنے کی خاطر میری جگہ پُر کرنے کے لیے آیا تھا حصولِ فیض میں وہ یقین ہی نہیں رکھتا۔

۱۹۸۳ء کا سالانہ اجتماع منارہ ۲۵ جولائی سے لے کر ۲ ستمبر تک تھا۔ اس دفعہ میں نے دو ماہ کی رخصت لی اور شروع ہفتے میں دارالعرفان پہنچ گیا۔ حضرت جی اپنے بیٹے اور بھائی کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ آئے دن گھر سے قاصد دارالعرفان جا کر حضرت جی کی پریشانی میں اضافہ کر رہے تھے۔ ایک روز حضرت جیؒ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ تم چکڑالہ چلے جاؤ اور وہاں سے دفاع کی ڈیوٹی سنبھال لو اور اپنے ساتھ چھ سات آدمی بھی لے جاؤ اور ان کو ایک ہفتے کے بعد واپس بھیج دینا۔ میں یہ آدمی لے کر چکڑالہ پہنچ گیا اور مرشد آباد والی زمین پر مورچہ سنبھال لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور کسی کو زمین پر قبضہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ہر ہفتے دارالعرفان سے مجھے نئی کمک پہنچتی رہی۔ جب منارہ کا اجتماع ختم ہوگیا تو حضرت جیؒ واپس چکڑالہ تشریف لے آئے اور مجھے بدستور اسی جگہ رہنے کا حکم سنایا۔ عیدالضحیٰ سے دو روز قبل حضرت جیؒ نے مجھے جانے کی اجازت فرمائی۔ میں رخصت ہونے کے لیے حضرت جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت جی گھر سے باہر دیوار کے سائے میں تشریف فرما تھے میری لنک کا رضا قریش میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں حضرت جیؒ کے پاس نیچے بیٹھ گئے۔ حضرت جی نے پوچھا جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا جی۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے گھنٹے گزر گئے یہاں تک کہ دیوار کا سایہ ختم ہونے لگا۔ اور حضرت جیؒ کی چارپائی پر آدھی دھوپ آگئی تھی۔ گرمی کی وجہ سے تھوڑا تھوڑا پسینہ بھی آنے لگا۔ اب حضرت جی نے مجھے جانے کی اجازت فرمائی اور وہ چارپائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے میں حضرت سے ملا اور حضرت کے پاؤں پر گر پڑا۔ میں نے حضرت جی کے دونوں پاؤں پکڑ کر عرض کیا کہ حضرت زندگی کا پتہ نہیں کہ پھر ملاقات ہو کہ نہ ہو مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو آپ مجھے معاف فرما دیں۔ حضرت جیؒ آپ مجھ سے راضی رہنا۔ حضرت جی نے مجھے پکڑ کر اُوپر اٹھایا اور فرمانے لگے کہ تم جماعت کے ان آدمیوں میں سے ہو جن سے میرا قلبی تعلق ہے۔ میں تم سے کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ اس کے بعد میں رخصت ہوا اور اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ حضرت جیؒ سے میری یہی آخری ملاقات تھی۔ مجھے جگلوٹ میں ٹیلیفون پر راولپنڈی سے حضرت جیؒ کے انتقال پُرملال کی اطلاع ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جب میں چکڑالہ پہنچا تو حضرت جی کو اپنی آخری آرام گاہ مل چکی تھی۔ اپنی گلگت کی جماعت کے ساتھ قبر پر حاضر ہوا اور معمول کیا۔ وہی انوارات وہی تجلیات جو پہلے تھیں اب بھی ہیں۔ حضرت جی فرماتے تھے میرے مرنے کے بعد مجھ سے زیادہ فیض ملے گا بشرطیکہ رابطہ رہا۔ اللہ تعالیٰ شیخ المکرمؒ سے رابطہ قائم رکھے اور ان کا فیض تا قیامت جاری رہے۔ آمین!

# وظائف و

# نسخہ جات

## وظائف

احباب مصائب و پریشانیوں کا ذکر کرتے تو آپ کئی مرتبہ پڑھنے کو کوئی وظیفہ فرما دیتے۔ ذیل میں چند ایسے وظائف درج ہیں۔

**پریشانی کیلئے:-** گوجرہ سے عبدالرشید صاحب نے خط میں اپنی پریشانیوں کا لکھا تو حضرتؒ نے جواباً ارشاد فرمایا "بیٹا اولیاء اللہ کو دنیا میں مصائب سے واسطہ رہتا ہے مصیبت میں گھبرایا نہ کریں، ۷۸۶ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم باوضو پڑھا کریں اور دعا مانگیں۔

فیصل آباد والے محمد اعظم صاحب کو لکھا سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم ۱۰۰ مرتبہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۵ تسبیح معہ اوّل آخر ۱۰ دفعہ درود شریف پڑھیئے۔ اللہ تمام پریشانیاں دور فرمائیں گے۔

**اصلاح اولاد:-** ایس پی حبیب الرحمٰن صاحب نے اولاد کی اصلاح کے لئے پوچھا تو حکم ملا۔ اول آخر درود شریف گیارہ یا اکیس یا اکتالیس مرتبہ اور درمیان میں دعا، رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دُعاء ایک تسبیح روزانہ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے بعد۔

**طلبِ اولاد:-** صبح و شام اکیس مرتبہ اور ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف، التحیات میں بھی اسی کو پڑھا جائے۔ رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین

**دشمن کے شر سے بچنے کو:-** ہر نماز کے بعد سورۃ القریش پڑھ کر دشمن کے شر سے پناہ مانگیں۔

**کشائش رزق:** لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پانچ تسبیحات روزانہ۔

شدت سے درود شریف پڑھنے کی تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ درود کی کثرت سے حادثاتِ زمانہ کم ہوتے ہیں اور رزق کی تنگی دور ہوتی ہے۔

**رات کو سوتے وقت:-** سورۃ الکافرون ۴ مرتبہ سورۃ اخلاص ۳ مرتبہ معوذتین۔ ایک ایک مرتبہ کلمہ طیبہ دس مرتبہ لا الہ الا اللہ اور گیارہویں مرتبہ ساتھ محمد رسول اللہ۔ سبحان اللہ ۱۰ دفعہ، الحمدللہ ۱۰ دفعہ اور اللہ اکبر ۱۰ مرتبہ

محمد ریاض ایک ساتھی کو آپ نے فرمایا

سورۃ فاتحہ ۳ مرتبہ درود شریف ۱۱ دفعہ سورہ یٰسین، چوتھا کلمہ گیارہ مرتبہ سورۃ کافرون کم از کم ایک ورنہ ۳ مرتبہ سورۃ اخلاص ۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمدللہ ۳۳ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ۔

**قبولیتِ دعاء:-** ایک ساتھی مشتاق نے اپنی پریشانیوں اور نقصانات کا خط لکھا دعا کی درخواست کی تو جواباً آپ نے لکھا ۵۰۰ مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ کر جو دعا مانگو گے انشاء اللہ قبول ہو گی۔

**تہجد کیلئے:-** ایک ساتھی نے عرض کیا حضرت تہجد اکثر رہ

جاتے ہیں۔ فرمایا ذکر میں کمی ہے ذکر مستقل مزاجی اور کثرت سے کرو۔ انشاء اللہ فرائض کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین بھی قائم ہو جائیں گے۔

**درود شریف:-** ذکر لسانی میں درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ کیونکہ اس سے نبی کریمؐ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور آخرت میں آپ کے قرب کا وسیلہ ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے روز حضورؐ کا قرب نصیب ہو تو اس کو درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ ایک ساتھی نے عرض کیا حضور کونسا درود پڑھنا چاہیئے۔ جواباً فرمایا" درود ابراہیمی کی زیادہ فضیلت ہے"۔

عرض کیا "یہ تو بہت لمبا ہے"۔

فرمایا" جتنی محنت کی جائے اجر بھی اسی کے مطابق دیا جاتا ہے۔ میں خود درود ابراہیمی پڑھتا ہوں"۔

فرمایا" استغفار جھاڑو کی مانند ہے اور درود شریف عطر کی مانند ہے۔

درود شریف کے لئے جو وقت مقرر کرتے ہو اسی وقت پر پڑھا کریں۔ کیونکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اس تحفے کا انتظار رہتا ہے۔

**درود شریف کی برکات:-** ایک مرتبہ ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرتا تھا مقروض ہو گیا۔ بیٹی کی شادی کے لئے گھر والوں نے اخراجات کا بندوبست کرنے کو کہا۔ خاصی پریشانی ہوئی قرض خواہ نے مقدمہ کر دیا۔ سحری کو مراقبے میں جب بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا۔ کیوں پریشان ہو، ہمارے فلاں وزیر کے پاس جاؤ وہ تمہاری اس رقم کا بندوبست کردے گا۔ عرض کیا۔ وہ کیسے میری بات کو تسلیم کرے گا۔

فرمایا "اس کو میرا سلام کہنا اور نشانی کے طور پر بتانا کہ فلاں فلاں تاریخ اور فلاں روز درود شریف کا تمہارا تحفہ کیوں نہیں پہنچا"۔

پریشان حال شخص نماز سے فارغ ہو کر سویرے سویرے وزیر کے گھر پہنچا۔ دستک دی تو وزیر خود ہی باہر آیا۔ اجنبی کو حیرانی سے دیکھا۔ نبیؐ رحمت کا پیغام سنا تو حیرت زدہ ہوا اجنبی سے نشانی کے طور پر جب سنا کہ تحفہ نہ پہنچنے کی وجہ آقاؐ دریافت فرما رہے ہیں؟ رونے لگا اور کہا کہ ملکی امور میں مصروفیت کی وجہ سے میں ان ایام میں درود شریف نہ پڑھ سکا ورنہ تو روزانہ گیارہ ہزار مرتبہ درود شریف کا نذرانہ بارگاہ اقدس میں پیش کرتا ہوں۔

جتنی رقم کا حضورؐ نے حکم فرمایا تھا اس شخص کے حوالے کی اتنی ہی رقم حضور کا سلام پہنچانے اور پھر مزید اتنی ہی رقم اس خوشی پر دی کہ میرا تحفہ روزانہ بارگاہ نبویؐ میں قبول ہو رہا ہے اور آخر میں کہا بھائی آئندہ کوئی پریشانی ہو تو سیدھے میرے پاس چلے آنا حضورؐ کو پریشان نہ کرنا"۔

قرض خواہ نے بروقت قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے عدالت میں مقدمہ دائر کر رکھا تھا اور مقروض نے پچھلی پیشی پر مزید مہلت مانگی تھی۔ اب پیشی کے وقت جب یکمشت ساری رقم ادا کردی تو قاضی نے پوچھا" پچھلی پیشی پہ تو آپ نے کچھ بھی پاس نہ ہونے کی وجہ سے مزید مہلت چاہی تھی۔ اب اچانک اتنی رقم کا بندوبست کیسے کر لیا؟ مجبوراً سارے واقعہ کی تفصیل سنا دی۔

قاضی نے کہا" اپنی رقم پاس رکھو جس کا قرض ادا کرنے کا حضورؐ بندوبست فرما رہے ہوں۔ وہ میں ہی اپنی جیب سے کیوں نہ ادا کردوں" رقم جب قرض خواہ کے حوالے کی تو اس نے لوٹا دی کہ ایسے شخص کا قرض میں معاف کر چکا ہوں۔ آپ خود بھی درود شریف بکثرت پڑھتے ایک ہزار مرتبہ روزانہ پڑھنے کا معمول تھا۔ اس سے زیادہ جتنا ہو سکے۔

احباب کو بھی درود شریف کی کثرت کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ گوجرہ کے عبدالرشید کو لکھا درود شریف کثرت سے پڑھا کرو۔ اس سے دنیاوی حوادث اور مصائب کم ہو جائیں گے رزق کی تنگی دور ہو گی۔ اور قیامت میں قرب رسولؐ نصیب ہو گا۔

ایک ساتھی نے پوچھا کونسا درود شریف پڑھا جائے۔

فرمایا" درود ابراہیمی"۔

عرض کی "یہ تو لمبا ہے"؟

فرمایا" فضائل بھی تو اتنے ہی زیادہ ہیں میں خود ہی پڑھتا ہوں"۔ ملتان میں ایک محفل میں فرمایا درود شریف زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو اور وقت مقررہ پہ پڑھا کرو کیونکہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار رہتی ہے۔ آپ کے اس تحفے کا ہ
ایک مرتبہ فرمایا پوری توجہ اور محبت سے پڑھا جانے والا
درود تازہ گلاب کے پھول کی صورت میں حضورؐ کی خدمت میں
پیش کیا جاتا ہے توجہ کے بغیر باسی پھول کی طرح اور بلا تلبی محبت
اور توجہ کے جو پڑھا جائے وہ باسی بکھری ہوئی پتیوں کی صورت
میں۔ اس لئے دیکھ لیا کرو کہ آقاؐ کی خدمت میں کیا تحفہ پیش
کر رہے ہو۔

کسی بزرگ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا" استغفار جھاڑو
کی طرح گناہوں کی صفائی کا ذریعہ اور درود شریف عطر لگانے
کے مترادف ہے۔

صبح کی سنتوں اور فرائض کے درمیان۔ اللھم انا
نسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک ابدًا
یا اللہ یا اللہ یا بدیع السموات والارض یاحی
یا قیوم یا ذوالجلال والاکرام۔

**بیعت کرتے وقت**:۔ ظاہری بیعت کرتے ہوئے احباب
کو نصیحت فرماتے۔

(ا) قضا نمازیں پوری کریں۔
(ب) ذکر لسانی نفی اثبات کثرت سے کیا کریں۔
(ج) استغفار ۳ تسبیح روزانہ، ورنہ ایک تو ضرور، اس
کی بھی فرصت نہ ملے تو ہر نماز کے بعد ۲۰ مرتبہ پڑھ لیا کریں۔
(د) درود شریف ۳ تسبیح روزانہ
(ہ) فیصل آباد سے محمد سرور کو بیعت ہوتے وقت فرمایا
سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم کا ایک تسبیح کرنا انشاء اللہ
رزق میں کمی نہیں آئے گی۔
(و) نماز باجماعت، ذکر کی پابندی اور حلال حرام کی تمیز
پاکیزہ غذا۔
(ز) تلاوت کلام پاک۔

**حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہوئے**۔ کرنل گلزار
کو آپ نے کسی پریشانی کے جواب میں لکھا جب تمہیں کسی حاکم کے
سامنے پیش ہونا ہو تو آخری فیصلہ ہونے تک مندرجہ ذیل
وظیفہ کرتے رہو انشاء اللہ فیصلہ تمہارے حق میں ہو گا
درود شریف نماز والا۔ اول آخر ۲ مرتبہ
حسبی اللہ و نعم الوکیل ۵۰۰ بار
یہ وظیفہ سورج نکلنے سے لے کر غروب ہونے تک
کسی بھی وقت کر لیں۔

حضرت اعلیٰ درجے کے طبیب تھے۔ تشخیص میں کمال رکھتے
تھے۔ احباب کو امراض کے لئے کئی مرتبہ دوائیں بھی تجویز
فرما دیا کرتے۔ ذیل میں چند ایسے نسخے درج ہیں۔

## برائے حافظہ

رات کو سوتے وقت سات دانے منقہ اور سات
دانے بادام کھانے کو فرمایا۔

## قوت باہ

کیلئے اللہ اللہ کیا کرو۔

## دانت درد

نیلا تھوتھا۔ ایک تولہ۔ افیون ۳ ماشہ
طریقہ:۔ نیلے تھوتھے کو توے پر کھل کریں اور پھر افیون
ملا دیں دانتوں پر درد والی جگہ مل لیں۔ اور پھر منہ سے پانی
نکل جانے دیں۔ انشاء اللہ درد ٹھیک ہو جائے گا۔

## قے

لارجیکٹل ۱/۸ حصہ ۱۲ خوراک کھلائیں۔

## تبخیر (گیس)

گل مدار خشک ۴ تولہ، مرچ سیاہ ۱ تولہ، نمک ۱ تولہ
زنجبیل ۱ ماشہ سب کو کوٹ کر گولیاں بنا کر کو کنار کی گولی
جتنی مقدار بنا کر صبح و شام ایک گولی کھائیں۔

## شوگر

جامن ۲۰ سیر، نمک ۱ پاؤ۔ برادہ فولاد ایک پاؤ
سب کو مٹکے میں ڈال کر دھوپ میں رکھ دیں۔ برادہ گل
جانے پر ۱۰ سیر پانی ملا کر عرق نکال لیں۔
(نوٹ پانی ملانے کے بعد بھی ہر روز مٹکا دھوپ میں
ہی رکھیں) خوراک ایک چمچ۔ غذا کھانے کے بعد)

## شربت جگر و یرقان وغیرہ

تخم کاسنی ۲ تولہ، تخم کشوث ۲ تولہ، ریوند چینی ۳ تولہ سرکہ ویسی ۱/۸ کلو، چینی ۱ کلوگرام شربت بنائیں اور صبح و شام ایک گھونٹ شربت میں ۴ گھونٹ پانی ملا کر خالی پیٹ پیئں۔ پرہیز۔ بادی اور ثقیل اشیاء نہ کھائیں۔

## رحم کی کمزوری

دور کرنے کو، کمرکس صاف کرکے گھی میں تر کر کے چینی ملا کر صبح و شام مناسب مقدار میں کھلائیں۔

## دمہ

دور کرنے کو آز فومیڈین کی گولی روزانہ ایک عدد

## کمزوریٔ دماغ

مغز بادام ۱۰ اگری کشتہ فولاد ۲ رتی۔ ورق نقرئی ۵ عدد چینی ایک چھٹانک۔ بادام پانی میں بھگو کر صبح باقی چیزیں ملا کر نہار منہ ۴۰ روز تک کھائیں۔

## کھانسی نزلہ زکام

جوکھار ۱/۲ تولہ، فلفل سیاہ ۳ تولہ، فلفل دراز ۲ تولہ، انار دانہ ۱۲ تولہ، چینی ۲۴ تولہ ملا کر دوائی بنالیں۔

---

اللہ کریم کا یہ احسان ہے ہم پر کہ اس نے ہمیں ایمان لانے کی توفیق بخشی مومن گھرانے میں پیدا کیا اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے ایک برگزیدہ بندے سے منسلک کر دیا اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں کچھ لمحات نکال کر اپنی یاد اپنے ذکر اپنے فکر میں لگانے کی توفیق بخشی تو ان لمحات کو غنیمت سمجھئے سب سے بڑا مقام یہ ہے جو قرآن نے بتا دیا ہے عملی زندگی کا یہ احساس و شعور اسے حاصل کرنے کی کوشش کیجئے اور اپنی ذات کے بت کا بوجھ اپنے اوپر سے اتار دیجئے۔ یہ قوت یہ جرات یہ بے باکی محض اللہ کی عطا سے اللہ کے ذکر سے اللہ کی یاد سے اور برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو سکتی ہے۔

---

## حضرت جیؒ کے کھانے کے پروگرام کی ترتیب

ناشتہ : ایک گلاس تازہ جوس (کسی بھی فروٹ کا) ○ ہفتہ میں دو بار انڈہ ○ بغیر FAT والے دودھ کی چائے یا کافی ○ روزانہ دو توش براؤن بریڈ یا ایک ہلکا پھلکا۔

لنچ : مچھلی ایک درمیانہ ٹکڑا یا چکن کا آدھا سینہ۔

پکانے کا طریقہ : روسٹ (یعنی کوئلوں پر یا اوون میں) یا ابلا ہوا تلا ہوا ہرگز نہ ہو ○ سلاد وافر مقدار میں ہو۔

سبزیاں : آلو کے سوا باقی تمام سبزیاں (کارن آئل میں)

فروٹ : تازہ فروٹ کیلا اور آم قطعی منع ہیں۔

رات کا کھانا : دوپہر کے کھانے کی طرح ہو گا۔ چھوٹا اور بڑا گوشت بھی منع ہے۔

پرہیز : پیاز اور گاجر منع ہے۔

○ شہد سمیت تمام اقسام سویٹ ڈش منع ہیں ○ تلی ہوئی ہر چیز ممنوع ○ دودھ بغیر چکنائی استعمال ہو گا ○ کھانا کارن آئل ہر قسم ہی استعمال ہو گا۔

---

## بقیہ :- چند واقعات

سے آئے ہوئے ساتھیوں کی بس میں مجھے جگہ مل گئی۔ دارالعرفان پہنچ گئے۔ یہاں آکر میں نے حضرت المکرم مدظلہ سے عرض کیا کہ حضرت کل ساتھیوں کے جانے کے بعد زبردست بارش ہوئی اور تقریباً سارا دن بارش ہوتی رہی۔ حضرت المکرم مدظلہ کا جواب ہی اس ساری تحریر کا باعث ہے۔

فرمایا "اچھا! اسی لئے حضرت جیؒ نے اجتماع ایک روز قبل ختم کرنے کا حکم دیا تھا۔"

اور میں آج بھی یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک مشفق و شفیق باپ اپنے روحانی بیٹوں کی تمام تر خامیوں، غلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود انہیں پریشانیوں سے بچانے کے لئے کس قدر کوشاں ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَهٗ عِنْدَكَ وَعِنْدَ حَبِیْبِكَ ﷺ

ابوالطاہر

# چند واقعات اور آپؒ کے تاثرات

• اللہ کریم نے آپ کے قرآن پاک کے پڑھنے میں ایک خاص اثر رکھا تھا۔ شیخ کامل، صاحب دل ہونا اور ساتھ آواز۔ یہ سب مل کر آپ کی زبان مبارک سے کلام پاک اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ پنڈی گھیب تشریف لے گئے وہاں پر سکھوں کی شادی تھی لوگ بھنگڑا ڈال کر بہت شور و غوغا کر رہے تھے۔ ادھر عشاء کی نماز کا وقت تھا اور آپ نے امامت کروانا تھی جب آپ کھڑے ہوئے تو دل میں کہا کہ آج قرآن پاک کا معجزہ دیکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جیسے ہی اللہ اکبر کہا پوری فضا پر سناٹا چھا گیا۔ آپ کی آواز سے قرآن پاک کی قرأت۔ آپ نے پہلی رکعت میں پوری سورۃ "البقرہ" پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ "الناس" مسجد سے باہر کے حصہ میں پورے کے پورے سکھ اپنے تمام شور و غل کو چھوڑ کر قرآن پاک کو سننے کے لئے اکٹھے ہو گئے جب آپ نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے تو ایک شیعہ جو کہ قرآن کی تلاوت سننے کے لئے کوٹھے کی چھت پر بیٹھا تھا۔ اس نے آواز لگائی کہ گو آپ کا مذہباً مخالف ہوں۔ لیکن آپ کی زبان مبارک سے قرآن پاک کو سن کر آپ کا گرویدہ ہوں اور آپ کو کھانے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا تو اپنے ساتھیوں کے پاس کھاؤں گا آپ کو قرآن پاک سننا ہے تو مسجد میں آ کر سن لینا۔ آپ کے ورع و تقویٰ پرہیز گاری اور احیائے دین کی کوششوں کا اگر مطالعہ کرنا ہے تو آپ کے متوسلین اور آپ کے پیروکاروں کی زندگیوں کو دیکھنا چاہیے ہم نے ان گنہگار آنکھوں سے بہت سے آدمیوں کی زندگی کو اس عظیم ہستی کے قدموں میں آنے کے بعد بدلتے دیکھا ہے۔ حضرت جیؒ رحمت اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کو بڑی محنت سے سیدھا کیا ہے۔ ان کو کلبوں سینما گھروں اور شراب خانوں نے نکال کر منارہ کے سکول کے ٹاٹوں پر بٹھایا ہے۔ نرم نرم بستروں اور گھروں پر سونے والوں کو منارہ کے پتھریلی زمین پر سلایا ہے۔ ایک ایک وقت میں دسترخوان پر کئی کئی کھانے کھانے والوں کو منارہ کے لنگر کی دو روٹیوں اور دال کی پیالی پر قناعت کرنا سکھایا ہے۔ رشوت خوروں سے نہ صرف یہ کہ رشوت چھڑوائی ہے بلکہ لی ہوئی رشوت کی رقم تک واپس کروائی ہے جب دو وقت ذکر الٰہی کی پابندی نصیب ہوئی ہے تو یہ لوگ نمازی تہجد گزار اور معاملات کی صفائی کرنے والے بن گئے ہیں۔ ان میں بعض احباب کا مجاہدہ ان کی عبادت و ریاضت تقویٰ پرہیز گاری کو دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے بعض کی کشف و کرامات متقدمین صوفیاء کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔

---

• ایک مرزائی فوجی آفیسر جماعت میں شامل ہو کر ذکر الٰہی کرنے لگ گیا تو اس کے برادری والے جو سب مرزائی تھے انہوں نے بائیکاٹ کر لیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ چھٹیوں میں میرے پاس آ جایا کرے۔ ایک دفعہ آپ نے اس سے پوچھا کہ قادیان میں مرزا قادیانی کی قبر کو دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں دیکھا ہے تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ اس کی قبر پر چلو اور اس کی روحانی حالت کا مشاہدہ کرو۔ چنانچہ اس نے دیکھا کہ مرزا صاحب ریچھ کی شکل میں جکڑے ہوئے سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ وہ ڈر گیا اور ڈر سے رو رہا تھا۔

بعد میں اس کی شادی کا مسئلہ تھا تو احباب نے عرض کیا کہ شادی کی وجہ سے پھر کہیں مرزائی نہ ہو جائے تو آپؒ نے فرمایا کہ ابھی مرزائی تو ہوتا نہیں کہ اس نے آنکھوں سے اپنے نبی کی حالت کو دیکھ لیا ہے۔ بعد میں اس شخص نے حضرت جی رحمت اللہ علیہ کے ساتھ رابطہ کر کے ہونے والی بیوی کو مسلمان کیا اور پھر شادی کی تھی۔

---

آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ طالب علمی دور کے میرے ایک دوست عالم دین تھے۔ میں اُس کے پاس ملنے گیا احباب کو پتہ چلا تو چند اکٹھے ہو گئے اور جب آپ نے عشاء کی نماز میں قرأت شروع کی تو احباب نماز میں رونے لگ گئے جس پر وہ عالم دین کہنے لگے کہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگوں کی نمازیں خراب کر دیں ہیں۔ آنحضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو تہجد کے ذکر میں شامل کیا اور جب توجہ دی تو وہ تڑپنے لگے اور ادھر اُدھر ٹکریں مارنے لگا۔ بعد میں ساتھیوں نے اس سے کہا کہ رات کو ہم کو کہتا تھا اور ابھی ہم سب کو ذکر میں تنگ کیا ہے آپ فرماتے تھے وہ شخص بڑے افسوس سے مجھے کہنے لگا کہ آپ میرے بچپن میں دوست تھے لیکن آپ نے یہ دولت مجھ سے چھپا کر رکھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت یہ دولت میرے پاس بھی نہیں تھی۔

۱۱۔ آپ نے معاملات کو درست فرمانے کی تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ اکثر عذاب قبر معاملات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ساتھی اپنے معاملات کی فکر کیا کریں۔

۱۲۔ ایک دفعہ دارالعرفان میں اجتماع کے موقع پر ایک آدمی نے آکر اپنی مشکلات اور پریشانیوں کو بیان کرکے کہا کہ مجھے کچھ پڑھنے کو بتائیں۔ تو آپ نے اس کو کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور اس کے بعد فرمایا کہ عبداللہ بن ابی حمزہ ایک بڑے بزرگ ہو کر گزرے ہیں۔ انہوں نے بخاری کی شرح لکھی ہے وہ فضائل ذکر والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر اللہ کا ذکر خلوص دل کے ساتھ کیا جائے تو اللہ کریم تمام مشکلات اور پریشانیوں کو دور فرما دیتے ہیں اسی بات میں ایک آدمی نے رزق کی تنگی کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے اس کو بھی کچھ پڑھنے کے لئے بتانے کے بعد مندرجہ بالا حوالہ دے کر فرمایا کہ خلوص دل کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو اللہ کریم رزق میں فراغت عطا فرماتے ہیں۔ اور ذکر الٰہی کرنے والا رزق کی تنگی میں مبتلا نہیں ہوتا ہے۔

۱۳۔ درود شریف کے فضائل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کثرت سے درود شریف پڑھنے والے کو قیامت کے دن قرب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوگا۔ دنیا میں حادثات سے اللہ کریم حفاظت فرماتے ہیں اور رزق کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک صوفی کا واقعہ سنایا جو کہ کافی مقروض تھا قرض لینے والے نے اس پر مقدمہ کر دیا۔ جج نے اُسے کہا کہ فلاں تاریخ تک رقم ادا کرو ورنہ جیل بھیج دیئے جاؤ گے اس نے کہا کہ میرے پاس ابھی کسی قسم کی کوئی رقم نہیں ہے اگر ہوتی تو ادا کر دیتا۔ جب ہوگی ادا کر دوں گا۔

پریشانی کی حالت میں دربار نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں حاکم کے پاس جاؤ اور میرا سلام کہو۔ اس سے کہنا کہ آپ روزانہ مجھ پر دفتر جانے سے پہلے ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے ہو فلاں تاریخ کو تم نے درود شریف نہیں پڑھا۔ اس کے عوض میں میرا قرض ادا کر دو۔ تو اس شخص نے قرض کی رقم دی اور ساتھ اس کے خرچہ کے لئے رقم دی جب مقدمہ کی تاریخ آئی تو اس صوفی نے قرض کی رقم واپس کر دی۔ جب رقم واپس کی تو جج نے پوچھا کہ اتنی رقم تم نے کہاں سے لی ہے جب کہ تم کہتے ہو کہ میرے پاس رقم ہی نہیں ہے۔ اس نے سچ بات کہی تو جج نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو قرض میں ادا کرتا ہوں مگر قرض لینے والے نے کہا نہیں اپنا قرض اللہ کے لئے معاف کرتا ہوں۔

یہ واقعہ مجھے جماعت کے ایک ساتھی گل محمد صاحب بکھر بار والے نے سنایا تھا۔ کہ میانوالی والی کا ایک بدمعاش قسم کا آدمی آپ کے پاس چکوال آیا کرتا تھا۔ آپ بھی اس کی عزت کرتے اور چارپائی وغیرہ بیٹھنے دیتے لیکن وہ کبھی بھی آپ کے سامنے چارپائی پر کسی بھی اونچی جگہ پر نہ بیٹھتا بلکہ زمین پر بیٹھتا اور آپ کا بہت زیادہ ادب کیا کرتا تھا اور کہا کرتا کہ حضرت صاحب اگر آپ کو کبھی اسلام کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے لئے گولی چلانے یا گولی کھانے کی ضرورت ہو تو میری بندوق اور سینہ حاضر ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ ایک دن حضرت جیؒ نے شفقت فرمائی اور اس کا خیال آیا تو اُسے برزخ میں بڑے عیش و آرام میں پایا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا کہ بھئی یہاں کیسے پہنچ گئے تو وہ کہنے لگا کہ آپ کی وجہ سے۔ کیونکہ میں آپ کے ساتھ محض اللہ کے دین کی نسبت سے محبت اور عقیدت رکھتا تھا اور آپ کا ادب کرتا تھا۔ اور دوسرا جو میں اسلام کے لئے گولی چلانے اور کھانے کی بات کرتا تو دل کی گہرائی سے کہا کرتا تھا جس کی وجہ سے اللہ کریم نے مجھ پر رحم فرمایا ہے۔

۱۵۔ آپ نے اکثر یہ واقعہ سنایا ہے کہ ایک دفعہ اورنگ زیب عالمگیر کو ایک بہروپیا مختلف بھیس بدل کر دھوکا دینے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن آپ ہر بار اُس کو پہچان جاتے ایک دفعہ اُس نے بادشاہ کو چیلنج کیا کہ میں ایسا بھیس بدلوں گا کہ آپ مجھے نہیں پہچان

سکیں گے تو بادشاہ نے کہا کہ اگر تم مجھے دھوکا دے لوگے تو ایک ہزار اشرفی انعام دوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کا دکن کا دورہ تھا تو وہ بہروپیا ایک فقیر درویش کی شکل میں دکن کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ کسی سے کچھ نہ لیتا اور اپنے مقصد کے لئے ذکر و فکر میں مشغول رہتا۔ جو کوئی آتا کسی کو دعا دیتا کسی کو دعا دیتا لیکن کسی سے کچھ نہ لیتا تھا۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کی بڑی شہرت ہوگئی۔ جب بادشاہ دکن کے دورے پر گیا تو اس درویش کی عبادت کے چرچے سُن کر بادشاہ بھی اسے ملنے کے لئے چلا گیا ملاقات کے بعد بادشاہ نے دو ہزار اشرفی کا نذرانہ پیش کیا مگر اس نے لینے سے انکار کردیا۔

کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کے دربار میں وہی بہروپیا آیا اور کہنے لگا کہ میرا ایک ہزار اشرفی کا انعام دے دیں بادشاہ نے کہا کہ انعام تو میں دے ہی دوں گا پہلے یہ بتاؤ کہ جب میں نے تم کو دو ہزار اشرفی دی تھی وہ تم نے نہیں لی اور ایک ہزار کے لئے آ گئے ہو تو اس نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت اس وقت میں نے جن نیک لوگوں کا روپ بنا ہوا تھا میں ان لوگوں کو بدنام نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے آپ سب اہل اللہ کے ساتھ نسبت رکھنے والے ہیں اپنے اعمال کی حفاظت کرو مبادا کہ تمہارا کوئی فعل اہل اللہ کی بدنامی کا باعث بن جائے۔

۶:۔ ایک دفعہ آپ نے ایک ساتھی ملک غلام محمد کا واقعہ سنایا کہ وہ بیوی سے ناراض ہوا اور گھر سے نکال دیا وہ اپنے میکے چلی گئی۔ ایک دن اس نے مراقبہ میں دیکھا کہ بیوی نے میلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور گھر میں برتن دھو رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو ۱۰۰ روپے دے کر بھیجا کہ والدہ کو جا کر دے آؤ اور اسے ۱۰۰ روپے دے دو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ واقعہ جب "اکرم" کو معلوم ہوا تو اس نے مذاق میں کہا کہ مراقبے میں عورتوں کو ہی دیکھنا ہے تو عورتوں کے ساتھ نہ لڑا کریں اور نہ میکے بھیجا کریں۔

جب میں نے آپ سے آپ کے حقیقی جانشین اور اپنی ذاتی نگرانی میں تربیت کردہ خلیفہ اوّل کا نام سنا ہے آپ بڑے پیار اور شفقت بھرے انداز سے "اکرم" بھی کہا کرتے تھے اسی لئے حضرت جی کے الفاظ میں یہی نام لکھنے کی گستاخی کرتا ہوں اللہ معاف فرمائے۔

۷:۔ ایک دفعہ آپ اپنے اسی روحانی تربیت یافتہ جانشین سے فرمانے لگے کہ آرام کا وقت بہت کم ملتا ہے۔ اکثر احباب آتے رہتے ہیں۔ اور آرام کا وقت خراب ہو جاتا ہے تو فرمانے لگے کہ حضرت ایک پیر صاحب کا خادم پاؤں دبا رہا تھا۔ پیر صاحب سونے کے موڈ میں تھے اور باہر بچے شور مچا رہے تھے اس نے خادم کو بھیجا کہ بچوں کو بھگا کر آؤ۔ وہ بچوں کو بھگا آیا پیر صاحب کی جیسے آنکھ لگی بچوں نے شور مچایا اور کھیل کود میں لگ گئے تو پھر خادم کو کہا کہ جاؤ ان کو بھگا آؤ وہ بے چارہ پھر ان کو بھگا آیا۔ تو کچھ دیر کے بعد پھر بچے شور مچانے لگے اب جب خادم کو کہا تو وہ کہنے لگا کہ حضرت صاحب جو بھی اولاد کے لئے آتا ہے آپ اسے تعویذ لکھ دیتے ہیں جب لوگوں کے بچے پیدا ہو گئے ہیں تو وہ شور تو مچائیں گے۔

اس کے بعد آپ کے جانشین نے عرض کیا کہ حضرت جی جو بھی آتا ہے آپ اُسے لطائف مراقبات اور منازل سلوک سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ اب جس کو بھی اس دولت کا پتہ چل جائے گا وہ آپ کا پیچھا اور ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ شیخ رحمتہ اللہ علیہ یہ سُن کر خوب ہنسے۔

ایک دفعہ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ساتھی (آپ نے نام بھی لیا تھا لیکن میں بھول گیا ہوں) خط میں لکھتا ہے کہ میں اکثر ذکر کرتا ہوں تو آپ کو اپنے داہنے طرف بیٹھا دیکھتا ہوں۔ اس دفعہ اس نے مجھے بتایا کہ حضرت جی میں نے بڑی عجیب بات دیکھی ہے کہ میں ایبٹ آباد جا رہا تھا کہ تزنول سے آگے بس کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کنڈیکٹر اور ڈرائیور دونوں فوت ہو گئے ہیں۔ اور آپ نے اسٹیرنگ سنبھال لیا ہے اور تین میل آپ نے بس کو چلایا ہے۔ اس کے بعد بس خود بخود رک گئی ہے۔

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے تو اس کا کوئی پتہ نہیں ہے یہ تمہاری کرامت ہے کہ تمہاری حفاظت کے لئے اللہ کریم نے میری شکل میں ایک فرشتہ بھیجا جس نے بس کو گرنے سے اور مزید نقصان ہونے سے بچالیا۔

---

گذشتہ پانچ سال سے ایک واقعہ میرے پاس بطور امانت تھا۔ کئی دفعہ سوچا کہ یہ امانت صحیح حق داروں تک پہنچ جائے۔

---

اگست ۱۹۸۴ء کے سالانہ اجتماع کا آخری ہفتہ

تھا۔ میں ممدا کا سست اور نا اہل صرف آخری ہفتہ میں حاضر ہوا۔ اسی روز حکم ہوا مرشد آباد چند روز خدمت کے لئے کون کون جانے کو تیار ہے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ مطلوبہ تعداد پوری ہو گئی۔ بہانہ سازی کے طور پر فیصل آباد کے ساتھی منیر صاحب سے کہا کہ تم ہمیشہ مرشد آباد چلے جاتے ہو اس دفعہ مجھے جانے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے پیغام دیا کہ ٹھیک ہے میری بجائے تم مرشد آباد جاؤ گے۔

جناب ناظم اعلیٰ صاحب کی ہمراہی میں جناب ملک نسیم صاحب کی ڈرائیونگ تھی اور ہم تین ساتھی تقریباً دو گھنٹے میں مرشد پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جیسے خدمت کا نام دیا گیا تھا وہ تو میرے جیسے ناکارہ کے لئے انوار و برکات کی انتہائی عنایت تھی۔ شیخ المکرم" کی قبر مبارک کے گرد تین فٹ چار دیواری کے لئے بنیاد تھی جس کی کھدائی ہو چکی تھی بنیاد بھری جا رہی تھی۔ مہمان خانہ کی چھت کا کام تھا اور بس۔

برسات کا موسم بارانی علاقہ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہوتا ہے لیکن تعمیرات کے دوران یہی بارش تخریب کاری کا باعث بنتی ہے۔ میرا اپنا کاروبار بھی تعمیرات سے ہے۔ صبح فجر کے بعد دیکھا مشرق سے طلوع شمس کے نصف گھنٹہ بعد ہی زبردست گھٹا اٹھی۔ بجلی کی چمک اور کڑک اس پر مستزاد میں سوچنے لگا آج کام نہیں ہو سکے گا۔ ابھی زبردست بارش شروع ہو جائے گی۔ اتنی تیز اور اتنی جلدی بارش ہو گی کہ ہم اپنے کپڑے اور سامان بھی نہیں سنبھال سکیں گے۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کی طرف دیکھا تو وہ ہر فکر سے بے نیاز اپنے کام میں مشغول تھے۔ آسمان کی طرف دیکھا تو حیرانی کی انتہائی ہو گئی۔ مرشد آباد مزار اور مسجد کو مرکز تصور کر لیں تو چاروں طرف تقریباً ½ ۲-۳ میل گولائی میں آسمان خالی اور اس دائرہ کے باہر زوروں کی بارش اور بجلی کی گرج اور چمک تھی۔

پھر تو پورا ہفتہ اسی طرح گزرا۔ صبح سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد گھٹا آ جاتی۔ بارش زوروں پہ ہوتی۔ باہر سے روزانہ ساتھی آتے بارش میں شرابور۔ گاڑیاں کیچڑ سے لت پت لیکن مزار مبارک سے تقریباً ½ ۲-۳ میل کے فاصلہ سے بالکل خشک۔

آخری روز اجتماع مرشد آباد میں تھا۔ غالباً ۱۰ اگست جمعرات تھی۔ حضرت المکرم مدظلہ تشریف لائے۔ تمام اکابرین اور ممکنہ حد تک ساتھیوں کی اکثریت مرشد آباد میں جمع تھی۔ ابھی اس کمرہ کی چھت نامکمل تھی جس کے اندر حضرت المکرم مدظلہ اور اکابرین کا قیام تھا۔ دوپہر کے بعد آسمان پر موجود دائرہ ختم ہو گیا اور تیز ہوا شروع ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ آج اس بارش کو برسنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ تقریباً پانچ سو ساتھی مسجد کے ہال میں نہیں سما سکیں گے۔ برآمدہ ویسے ہی کھلا تھا ہال میں کھڑکیاں ابھی تک نہیں لگی تھیں۔

میں نے حافظ عبیداللہ صاحب سے گذارش کی رات آ جائے گی حضرت المکرم مدظلہ اور اکابرین کو پریشانی ہو گی لہٰذا کسی اور چھت کے نیچے ان بزرگان کے قیام کا بندوبست کر دیا جائے تو فرمانے لگے جاؤ بارش نہیں آئے گی۔ میں سوچنے لگا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا یا ہولے ہے۔ بجلی بار بار چمک رہی ہے۔ گرج زوروں پر ہے اور حافظ صاحب فرما رہے ہیں کہ جاؤ بارش نہیں آئے گی۔ کچھ انتظار کر کے ناظم اعلیٰ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صورت حال عرض کی اور حافظ صاحب کا جواب بھی۔ فرمانے لگے اچھا تم فلاں کمرے میں بندوبست کر رکھو اگر بارش ہوئی تو وہاں پر اکابرین کو SHIFT کر دیں گے۔ لیکن اس بندوبست کی اطلاع جناب احمد نواز صاحب کو ضرور کر دو کہ انہیں ساتھ لے کر دکھا بھی دو۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا۔ رات سکون سے سوئے صبح تہجد پڑھی۔ معمول ہوا فجر کی نماز کے بعد درس قرآن کے بعد حضرت المکرم نے اجتماع ختم کرنے کا اعلان فرما دیا۔ کسی نے عرض کیا حضرت المکرم مدظلہ نے فرمایا اجتماع آج ختم کر دیا گیا ہے رہنے والے رہ جایا کرتے ہیں۔ جمعہ ۷ اگست کو ناشتہ کے بعد ساتھی اجازت لے کر واپس ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت المکرم مدظلہ بھی تشریف لے گئے مجھے ناظم اعلیٰ صاحب نے مزید ایک روز رکنے کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا میں ٹھہر گیا۔ اور نامکمل کام کی تکمیل کے بارے میں پروگرام بنانے لگا۔ تقریباً ½ ۸ بجے دعا میں شریک تمام ساتھی جا چکے تھے اور پھر ۹ بجے صبح بارش جو شروع ہوئی تو اس نے شائد پورے ہفتہ کے بندھن توڑنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مسلسل تین گھنٹہ درمیان میں چند لمحوں کے لئے رکی تو نہیں بلکہ کم ہو کر پھر نئے سرے سے۔ جمعہ کی نماز پھر عصر بھی سب بارش میں ادا ہوئیں۔

اگلے روز مجھے دارالعرفان حاضری کا حکم ملا۔ آزاد کشمیر

باقی صفحہ نمبر ۴۴ پر

# تصوّف کیا نہیں؟

تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقّی دِلانے کا نام تصوّف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دُور کرنے کا نام تصوّف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی نِدا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت رَوا سمجھنا تصوّف ہے، نہ اِس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مُرید کی پُوری اِصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دَولت بغیر مجاہدہ اور بِدُون اِتّباعِ سُنّت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اِس میں کشف و اِلہام کا صحیح اُترنا لازمی ہے اور نہ وَجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عینِ تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوّفِ اِسلامی کا اِطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اِسلامی تصوّف کی عین ضِد ہیں۔

( دلائل السُّلوک )

# دستاویزی ویڈیو

حضرت جیؒ کے حالاتِ زندگی پر مبنی دستاویزی ویڈیو دستیاب ہے۔ ہدیہ ۲۰۰/- روپے

حضرت المکرم مدظلہ العالی کے حالاتِ زندگی پر مبنی دستاویزی ویڈیو تیار ہے۔ ہدیہ ۲۰۰/- روپے

منگوانے کا پتہ:-

احمد نواز، دار العرفان سب آفس نور پور ضلع چکوال

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

**www.QuranTafseer.net**

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255